قَدْ أَفْلَحَ مَن تَزَكَّىٰ وَذَكَرَ اسْمَ رَبِّهِ فَصَلَّىٰ

وہ فلاح پا گیا جس نے تزکیہ کر لیا اور اپنے رب کے نام کا ذکر کیا پھر نماز کا پابند ہو گیا۔

ماہنامہ

المرشد

لاہور

تصوف کیا نہیں

تصوف کے لیے نہ کشف و کرامات شرط ہے نہ دنیا کے کاروبار میں ترقی دلانے کا نام تصوف ہے۔ نہ تعویذ گنڈوں کا نام ہے، نہ جھاڑ پھونک سے بیماری دور کرنے کا نام تصوف ہے، نہ مقدمات جیتنے کا نام تصوف ہے، نہ قبروں پر سجدہ کرنے ان پر چادریں چڑھانے اور چراغ جلانے کا نام تصوف ہے اور نہ آنے والے واقعات کی خبر دینے کا نام تصوف ہے۔ نہ اولیاء اللہ کو غیبی ندا کرنا، مشکل کشا اور حاجت روا سمجھنا تصوف ہے۔ نہ اس میں ٹھیکیداری ہے کہ پیر کی ایک توجہ سے مرید کی پوری اصلاح ہو جائے گی اور سلوک کی دولت بغیر مجاہدہ اور بدون اتباع سنت حاصل ہو جائے گی۔ نہ اس میں کشف و الہام کا صحیح اترنا لازمی ہے اور نہ وجد و تواجد اور رقص و سرود کا نام تصوف ہے۔ یہ سب چیزیں تصوف کا لازمہ بلکہ عین تصوف سمجھی جاتی ہیں حالانکہ ان میں سے کسی ایک چیز پر تصوف اسلامی کا اطلاق نہیں ہوتا بلکہ یہ ساری خرافات اسلامی تصوف کی عین ضد ہیں۔ (دلائل السلوک)

ماہنامہ

سی۔ پی۔ ایل نمبر ۳

المرشد لاہور

جلد: ۱۹ ربیع الاول ۱۴۱۸ھ بمطابق اگست ۱۹۹۷ء شمارہ: ۱۰

مدیر:۔ تاج رحیم ★ سرکولیشن مینجر:۔ رانا جاوید احمد

اس شمارے میں

		صفحہ نمبر
اداریہ جشن میلاد النبی	مدیر	۳
بعثت انبیاءؑ کا مقصد	مولانا محمد اکرم اعوان	۴
منصب نبوت	مولانا محمد اکرم اعوان	۷
نبی اکرمؐ کے معاشی نظام کی خصوصیات	مولانا محمد اکرم اعوان	۲۱
امت مسلمہ اور جہاد	ڈاکٹر لیاقت علی خان نیازی	۲۵
ایثار		۲۹
قریب ترین ہستی	مولانا محمد اکرم اعوان	۳۲
	مولانا محمد اکرم اعوان	۴۲

ناشر:۔ پروفیسر حافظ عبدالرزاق

انتخاب جدید پریس لاہور
فون:۔ ۶۳۱۴۳۶۵

پتہ:۔ ماہنامہ المرشد۔ اویسیہ سوسائٹی، کالج روڈ ٹاؤن شپ لاہور: ۵۱۸۰۴۶۷

ماہنامہ **المرشد** کے

بانی : حضرت العلام مولانا اللہ یار خان رحمۃ اللہ علیہ
مجدد سلسلہ نقشبندیہ اویسیہ

سرپرست : حضرت مولانا محمد اکرم اعوان مدظلہ
شیخ سلسلہ نقشبندیہ اویسیہ

مشیر اعلیٰ

نشر و اشاعت : پروفیسر حافظ عبدالرزاق ایم اے (اسلامیات) ایم اے (عربی)

ناظر اعلیٰ : کرنل (ریٹائرڈ) مطلوب حسین

مدیر : تاج رحیم

بدل اشتراک

فی پرچہ ۱۵ روپے

	سالانہ	تاحیات
پاکستان	۱۶۵ روپے	۲۵۰۰ روپے
غیر ملکی		
سری لنکا بھارت بنگلہ دیش	۴۰۰ روپے	۴۰۰۰ روپے
مشرق وسطیٰ کے ممالک	۹۰ سعودی ریال	۷۰۰ سعودی ریال
برطانیہ اور یورپ	۲۵ سٹرلنگ پونڈ	۱۳۰ سٹرلنگ پونڈ
امریکہ	۴۵ امریکن ڈالر	۱۳۰۰ امریکن ڈالر
کینیڈا	۵۰ امریکن ڈالر	۱۳۵۰ امریکن ڈالر

سالانہ اجتماع

سالکین کی تربیت کے لئے سالانہ اجتماع، حضرت جی ﷫ کے وقت سے باقاعدگی کے ساتھ منعقد ہو رہا ہے۔ پہلا اجتماع حضرت شیخ المکرم کے کھیتوں والے ڈیرے پر منعقد ہوا۔ بعد میں منارہ سکول کی کچے فرشوں والی عمارت میں منعقد ہوتا رہا۔ جہاں پانی، بجلی جیسی سہولت تو کہاں بس بارش سے بچاؤ کے لئے چھت بھی بہت بڑی غنیمت تھی اور جب دارالعرفان کی عمارت تعمیر ہوئی تو اجتماعات کا یہ سلسلہ یہاں شفٹ ہو گیا۔ ابتداء میں تو یہاں بھی پانی، بجلی اور ضروریات کی دوسری سہولتیں موجود نہیں تھیں نہ ڈائننگ ہال تھا، نہ میز کرسیاں، نہ پنکھے۔ لیکن ساتھیوں کا جذبہ اور لگن قابل دید رہا اور آج دارالعرفان کے وسیع کیمپس میں عمارتوں کا جو سلسلہ نظر آتا ہے اور ہر سو اس میں سبزہ و شادابی ہے اور جو سہولتیں اور آسائشیں موجود ہیں وہ اللہ کریم کی مہربانیوں، شیخ المکرم کے جذبہ ایثار، ناظم اعلیٰ کی پلاننگ اور انتھک محنت اور ساتھیوں کے پرخلوص تعاون کا نتیجہ ہے۔ مگر اس تمام محنت اور قربانیوں کا مقصد اس خوشگوار مقام پر ایک ہل سٹیشن کی تعمیر نہیں بلکہ سالکین کے لئے ایک ایسا خوشگوار اور پرسکون ماحول پیدا کرنا ہے جہاں اطمینان کے ساتھ وہ ذکر و اذکار و عبادات کا فریضہ پورا کر سکیں اور دین اور راہ سلوک میں ان کی صحیح تربیت اور راہنمائی ہو سکے۔

سلسلہ عالیہ کے سالکین نہ صرف اندرون ملک بلکہ دنیا بھر میں پھیلے ہوئے ہیں۔ اگر شیخ المکرم پورا سال بھی سفر میں رہیں تب بھی ہر ساتھی تو کہاں، ہر اجتماعی محفل ذکر تک پہنچنا انسانی بس کی بات نہیں۔ لیکن سلسلہ عالیہ کے ہر ساتھی کے لئے سال میں ایک مرتبہ اس اجتماع میں شمولیت معمولی بات ہے اور پھر جدید سفری سہولیات نے تو دارالعرفان تک پہنچنا اور بھی آسان بنا دیا ہے۔ اس اجتماع کی جو اہمیت اور فوقیت ہے وہ آپ کو روایتی عرسوں اور خانقاہی میلوں ٹھیلوں میں نظر نہیں آئیں گی۔ یہاں کسی قسم کا نہ تو جشن ہوتا ہے نہ ڈھول بجتے ہیں نہ قوالیاں ہوتی ہیں نہ میلہ بازار لگتے ہیں۔ یہاں جو ماحول ہوتا ہے وہ شریعت کے ہر ضروری اصول کے حدود میں اور روحانی کیفیات سے بھرپور ہوتا ہے۔ یہاں عبادات اور ذکر و اذکار کی خاموش فضا قائم رہتی ہے۔ سالکین کو چالیس روز تک روزانہ شیخ المکرم کی صحبت حاصل رہتی ہے۔ انوارات و کیفیات کا ایسا ماحول چھایا رہتا ہے جو کسی بھی بھٹکے انسان کی زندگی کو بدل کر اسے اللہ سے شناسائی پیدا کرنے کا سبب بنتا ہے۔ شیخ المکرم کے زیر ہدایت اور نگرانی میں بلند مراتب و منازل رکھنے والے اساتذہ اور اکابرین ایک منظم پروگرام کے مطابق سالکین کی تربیت میں ہمہ وقت مصروف رہتے ہیں۔ اس تربیت، ذکر و اذکار، عبادات اور صحبت شیخ سے نہ صرف سالکین کے لطائف روشن اور مراقبات میں پختگی آتی ہے۔ بلکہ ان کے لئے سلوک کی بلند منازل کی طرف راہیں کھل جاتی ہیں۔ جو شیخ سے دور رہ کر ان کا حصول اتنا آسان نہیں۔ یہاں جو بھی آتا ہے وہ صحبت شیخ میں دن رات عبادات، ذکر و اذکار میں مصروف رہتا ہے۔ یہاں اکثر آنے والے آتے ہیں تو خالی ذہن، خالی دل، دین و تصوف کے بارے میں بے شمار شبہات اور سوالات لے کر آتے ہیں جاتے ہیں تو شریعت کے پابند، روشن قلب، مطمئن ذہن اور ایسی کیفیات کے ساتھ جن سے وہ پہلے ناآشنا ہوتے ہیں۔ شیخ المکرم اور اکابرین کی صحبت، یہاں کی تربیت، روز و شب ذکر و اذکار اور عبادات، اور انوارات کی مسلسل جھڑی اجتماع کے پورے ماحول اور دلوں میں ایسے کیفیات موجزن کر دیتے ہیں کہ پوری زندگی ہی بدل جاتی ہے۔ وہ زندگی جو دنیا کے حصول کی دھوڑ دھوپ میں سینکڑوں مسائل اور الجھنوں میں الجھی ہوتی ہے جب اسے وہ کیفیات نصیب ہوتی ہیں جو اسے اللہ سے آشنا کر دیتی ہیں تو اس زندگی میں ٹھہراؤ، سکون اور خوشگوار اطمینان آ جاتا ہے۔ اس میں جینے کا حوصلہ پیدا ہو جاتا ہے اس کے لئے زندگی اللہ کی نعمت بن جاتی ہے اس میں اپنی اخروی زندگی کو سنوارنے کے لئے قوت، استعداد اور جذبہ پیدا ہو جاتا ہے۔ یہاں اس موقع پر دلوں کو زندہ اور روشن کرنے کے لئے انوارات و کیفیات کے جو ہیرے جواہرات لٹائے جاتے ہیں ہر خوش نصیب اس سے جھولی بھر کر ہی واپس گھر کی طرف جاتا ہے۔ پھر کون ہو گا جو اس موقعہ سے فائدہ اٹھائے بغیر ہاتھ سے جانے دے۔

تاج رحیم

جشن میلاد النبیؐ

مولانا محمد اکرم اعوان

میرے خیال میں تو بارہ ربیع الاول متنازعہ فیہ ہے کسی بھی مستند کتاب میں بارہ ربیع الاول ثابت نہیں کوئی نو بتاتا ہے کوئی گیارہ بتاتا ہے کوئی بارہ بتاتا ہے اور اہل سیرت کی اکثریت کا جو رجحان ہے وہ نو کی طرف ہے۔ اگلے دن بھی کسی بزرگ ساتھی نے پوچھا تو میں نے کہا تھا کہ نبیؐ کے ذکر خیر کے لئے کسی دن کی کسی وقت کی کسی مہینے کی کوئی قید نہیں آپ نماز کے ہر التحیات میں ہر دو رکعت کے بعد حضورؐ پر صلوۃ والسلام حالت نماز میں پڑھتے ہیں۔ یعنی اس ہستی کا صلوۃ اور سلام تو اللہ نے عبادت کا حصہ بنا دیا ہے آپ سورۃ فاتحہ میں جو دعا کرتے ہیں۔

صراط الذین انعمت علیھم۔ انعمت علیھم کے قافلہ کے سالار نبی کریمؐ ہیں یعنی آپؐ کی نماز کی ابتدا بھی حضورؐ کے ذکر سے ہوتی ہے اور نماز کی تکمیل بھی حضورؐ کے ذکر پر ہوتی ہے صلوۃ و سلام بھی پڑھتے ہیں آپؐ کے متبعین میں ہونے کی دعا بھی کرتے ہیں پھر تشہد میں آپؐ کی رسالت کی شہادت بھی دیتے ہیں پھر آپؐ پر درود بھی پڑھتے ہیں تو اگر جمع کیا جائے تو سب سے زیادہ ذکر خیر اللہ کے بعد رسولؐ کا نماز میں ہے۔ جو ذکر بندہ نماز میں اپنا' اپنے متعلقین کا' مسلمانوں کا' کرتا ہے وہ تعداد میں کم ہے اس سے زیادہ ذکر نبیؐ کا آیا اور اس سے زیادہ رب جلیل کا آیا۔ اب میری سمجھ میں یہ فلسفہ نہیں آتا کہ جس بندے کی ہر نماز ہر عبادت حضورؐ کے ذکر خیر کے بغیر پوری نہیں ہوتی جس کا اٹھنا بیٹھنا ہی صلوۃ و سلام ہو اس کے لئے کسی ایک دن یا ایک مہینے یا کسی ایک سال کی کیا قید ہے اور یہی وجہ ہے کہ قرون ثلاثہ میں اس کا کوئی وجود نہیں ملتا۔ صحابہؓ میں نہ تابعین میں نہ تبع تابعین میں اس کا کوئی وجود نہیں ملتا ہے اس لئے کہ وہ لوگ ہماری طرح رسماً" نہیں پڑھتے تھے ہم لوگ جو پڑھتے ہیں ہم رسماً" الفاظ دہراتے ہیں ان کیفیات سے ہم دوچار نہیں ہوتے وہ لوگ صاحب حال تھے وہ جب صلوۃ و سلام پڑھتے تو انہیں حضوری نصیب ہوتی تھی وہ جب درود پڑھتے تو ان پر درود کی کیفیات ہوتیں وہ جب دعا کرتے تو وہ حضور حق میں کرتے جس طرح ارشاد ہے کہ **ان تعبد اللہ کانک تراہ** اللہ کی عبادت ایسے کرو جیسے تم اللہ کو روبرو دیکھ رہے ہو تراہ۔ رویت چشم ظاہر سے جو دیکھا جائے اسے کہتے ہیں یعنی اس طرح جیسے تم ظاہری آنکھ سے دیکھ رہے ہو۔

فان لم تکن تراہ یہ ممکن نہیں تمہارے لئے کہ تم یہ تصور ہی کر سکو کہ میں اللہ کو دیکھ رہا ہوں یقین کر سکو کہ میں اللہ کو دیکھ رہا ہوں تو پھر یہ یقین ضروری ہے **فانہ یراک** کہ وہ تمہیں دیکھ رہا ہے۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ اگر یہ بھی نہیں ہے تو پھر نماز میں وہ کیفیات نہیں آئیں گی جو آنی چاہئے ہم اگر دیانت داری سے سوچیں کہ جس مروجہ

طریقے سے بارہ ربیع الاول یہاں منائی جاتی ہے کوئی ایک سنجیدہ مسلمان اس بات پہ یقین کرتا ہے کہ حضورؐ سامنے ہوں اور یہ سارا ہلہ گلہ حضورؐ کے سامنے کیا جائے کس کا حوصلہ ہے جو ایسا کر سکے۔ اس کا مطلب ہے یہ جو کچھ ہم کرتے ہیں ہمیں یہ تصور بھی نہیں ہے کہ حضورؐ کی عظمت کے یہ خلاف ہے یہ ٹریکٹر ٹرالیوں پہ بھوپو لگے ہوئے اور گدھے ریڑھی سے لے کر اونٹ گاڑی تک اور ڈنڈے وہ ہندوؤں کا ایک خاص ڈانس گتکا جو ڈنڈے سے ایک دوسرے کو بجاتے ہیں وہ ڈانس کیا جا رہا ہے وہ گتکا ضروری حصہ ہے پھر ایک مقبرے کی شبیہہ بنی ہوئی ہے پھر اس کے ساتھ کچھ گھوڑے شامل کیے ہوئے ہیں پھر شور شرابا ہے لاؤڈ سپیکر ہیں کیا یہ سارا کچھ حضورؐ کے سامنے کیا جا سکتا ہے؟ ممکن ہے؟ تو اس کا مطلب ہے کہ جو لوگ یہ سارا کچھ کرتے ہیں ان کے پاس یہ تصور بھی نہیں ہے کہ یہ سارا شور شرابا حضورؐ کی بارگاہ میں پیش کیا جائے گا یا یہ لڑکیوں کی ٹولیوں کے گانے لڑکوں کے گانے یہ جو کچھ ہوتا ہے ہم سب دیکھتے ہیں ٹیلی ویژن پہ بھی آتا ہے اور میرے خیال میں اہل تشیع جلوس میں اتنی بدتمیزی نہیں ہوتی جتنی اس میں ہوتی ہے جو ہم میلاد کے نام پر کرتے ہیں یہ شروع شروع میں جلسے ہوتے تھے عید میلاد النبیؐ کا جلسہ ہے پھر وہ جلسے سے جلوس بنا پھر جلوس سے جشن بن گیا اب جشن جو ہوتا ہے وہ ایک فنکشن بن گیا ہے (فنکشن کا کیا ترجمہ کیا جائے) اردو میں اسے ایسی تقریب کہا جاسکتا ہے جس میں کوئی حدود قیود نہیں ہوتیں جشن سے مراد وہ تقریب ہے جس میں اظہار خوشی کیا جاتا ہے اظہار خوشی کے لئے کوئی حد نہیں ہوتی کوئی اچھلتا ہے کوئی کودتا ہے کوئی شور کرتا ہے کوئی شراب پیتا ہے کوئی مٹھائی کھاتا ہے کوئی گانا گاتا ہے کوئی ڈانس کرتا ہے کسی پر کوئی پابندی نہیں ہوتی جو جس کے جی میں آئے اظہار خوشی کے لئے کرے جو انبوہ جمع ہو کر یہ سارا کچھ کرے اس کو جشن کہتے ہیں تو یہ جلسے سے جلوس اور جلوس سے جشن اس کی ترقی ہی تدریج اس لئے کی گئی کہ اس میں کوئی حدود و قیود نہ رہے اس کا نبیؐ کی ولادت سے کوئی تعلق نہیں نہ یہ دین کا کوئی حصہ ہے نہ یہ دین داری ہے اور جن لوگوں نے اہتمام کیا ہے ان میں خواہ بڑے بڑے نام ہوں یہ ذریعہ ہے لوگوں سے پیسے نکلوانے کا۔ یہ جتنے عرس اور جشن کیے جاتے ہیں۔ جن میں نوٹوں کی بوریاں بھری جاتی ہیں جنہیں گننے کی انہیں فرصت نہیں ہوتی اس طرح دھکیل کر بوریوں میں ڈالتے جاتے ہیں۔ یہ لوگوں سے پیسے نکلوانے کا آج کل بہترین ذریعہ بنا رکھا ہے اور سب سے اعلیٰ ایک عرس شروع ہوگیا ہے نبیؐ کا۔ گذشتہ کئی سالوں سے ایک طبقے نے نبیؐ کا عرس کرنا شروع کر دیا ہے پہلے غوث پاک کا ہوتا تھا اب غوث پاک سے چھلانگ لگا کر صحابہؓ کو عبور کر گئے سیدھے محمدؐ کا عرس شروع ہوگیا یہ سب حیلے بہانے ہیں ان کا کسی دین سے کوئی تعلق نہیں۔

جہاں تک حضورؐ کے ذکر خیر کا تعلق ہے تو وہ ایسی عجیب بات ہے کہ **لا ترفعوا اصواتکم فوق صوت النبی ولا تجھروا لہ بالقول کجھر بعضکم لبعض** کبھی آواز بارگاہ نبویؐ میں بلند نہ کرو اور کبھی بے تکلفی سے بات نہ کرو جس طرح ایک دوسرے سے کر لیتے ہو۔ اگر یہ کر بیٹھے۔ **ان تحبط اعمالکم** تمہارے سارے عمل ضائع ہو جائیں گے **وانتم لا تشعرون** اور تمہیں خبر بھی نہ ہوگی ایک ترجمہ علماء نے اس کا یہ بھی کیا ہے کہ **انتم لا تشعرون کا عطف** جو ہے **لا ترفعوا** پہ ہے کہ اگر غیر شعوری طور پر بھی تم نے شور غوغا کیا بے تکلفی کی عملاً" نہ کی تمہیں اس کا احساس ہی نہ رہا کہ میں شور کر رہا ہوں تو بھی اعمال ضائع ہو جائیں گے۔

اور جب یہ آیتہ کریمہ نازل ہوئی تو مخاطب مہاجرین و انصار تھے وہ لوگ تھے جنہوں نے تیرہ سال مکہ مکرمہ میں قربانیاں دیں ہجرت کی اور بدرو احد میں جانیں پیش کیں وہ

لوگ مخاطب تھے اور انہیں حکم دیا جا رہا ہے کہ اگر یہ گستاخی ہوگئی تو مجھے تمہاری ہجرتیں اور تمہارے جہاد نہیں چاہئے میں سب کچھ ضائع کر دوں گا ہمارے پاس ہے کیا جو ضائع ہوگا جب ان ہستیوں کو یہ طریقہ یہ تمیز اور یہ ادب سکھایا جا رہا ہے تو آج حضورؐ کے نام پر ڈھول پیٹنا اور شور غوغے کرنا پھر یہ بارہ ربیع لاول منانا اس کی تک کیا ہے یہ تو وہ منائے جسے صرف بارہ ربیع الاول کو یاد کرنا ہے یا کوئی ایسی ہستی ہو جس کا ذکر صرف بارہ ربیع الاول کو کرنا ہے ہمارے لئے تو اگر تہجد پڑھتے ہیں تو ذکر نبویؐ موجود ہے اشراق پڑھتے ہیں تو ذکر نبویؐ موجود ہے چاشت پڑھتے ہیں تو ذکر نبویؐ موجود ہے ظہر پڑھتے ہیں تو ذکر نبویؐ موجود ہے عصر پڑھتے ہیں تو ذکر نبویؐ موجود ہے قرآن کھولتے ہیں ذکر نبویؐ موجود ہے حدیث پڑھتے ہیں ذکر نبویؐ موجود ہے پھر کونسا وقت ہے جس میں ہم غافل ہوگئے۔ مومن کی زندگی کی کونسی سانس ہے جس میں وہ نبیؐ کے ذکر سے الگ ہوگیا اس کے لئے پھر وہ الگ اہتمام کرے اور دیگیں پکائے وہ کسی نے کہا تھا کہ۔

کپڑے کسی کے لال ہیں روٹی کے واسطے
لمبے کسی کے بال ہیں روٹی کے واسطے
باندھے کوئی رومال ہے روٹی کے واسطے
سب کشف اور کمال ہیں روٹی کے واسطے

یہ سارے حیلے ہیں اپنی انا کو تسکین دینے کے لئے لوگوں کو اپنے پیچھے لگانے کے لئے جہلاء سے رقم ہتھیانے کے لئے کوئی ناراض ہو یا راضی رہے لیکن حق یہ ہے یہ سارے حیلے ہیں ان کاموں کے لئے ان میں کہیں محبت نبویؐ کو دخل نہیں ان میں کہیں ادب نبویؐ کو دخل نہیں اور ان کی کوئی شرعی حیثیت نہیں حضورؐ کا ذکر خیر کسی لمحے مومن سے الگ ہوتا ہی نہیں جس ہستی کا نام لے کر آپ اس کی رسالت کی شہادت حالت نماز میں دیتے ہیں۔ جس ہستی کا نام لے کر آپ درود بھیجتے ہیں اس پر جس کو یاایہا النبی کہہ کر الصلوۃ والسلام کہتے ہیں نماز کی حالت میں جس کے متبعین میں شامل ہونے کے لئے آپ سورۃ فاتحہ میں دعا کرتے ہیں۔ کلمہ پڑھتے ہیں تو ذکر خیر موجود ہے۔ قرآن کھولتے ہیں تو ذکر خیر موجود ہے۔ حدیث پڑھتے ہیں تو ذکر خیر موجود ہے۔ نماز پڑھتے ہیں تو موجود ہے۔ پھر کون سی ربیع الاول ہے' ہماری تو ہر دن ربیع الاول ہے ہر رات شب برات ہے۔

اب اس کے بعد اگر کوئی چاہے کہ حضورؐ کے ذکر خیر کی محفل سجائی جائے آپؐ کے محاسن بیان کیے جائیں آپؐ کے فضائل بیان کئے جائیں آپؐ کے معجزات بیان کئے جائیں آپؐ کے احکامات بیان کئے جائیں آپؐ کے اتباع کی دعوت دی جائے تو اس کے لئے ربیع الاول کی یا کسی مہینے کی کیا قید ہے جب چاہے کرو جب جی چاہے کرو زیادہ سے زیادہ کرو اس پہ زیادہ سے زیادہ محنت کرو زیادہ سے زیادہ خرچ کرو۔ اخلاق عالیہؐ لوگوں کو بتاؤ اور خود اپناؤ احکام دوسروں کو بتاؤ خود ان کا اتباع کرنے کی کوشش کرو وہ جب جی چاہے کرو دن کو کرو رات کو کرو زیادہ سے زیادہ کرو پھر سال میں ایک مرتبہ کرنے کی کیا ضرورت ہے سو ذکر نبویؐ کسی دن کسی مہینے کسی تاریخ کا محتاج نہیں ہے۔

نئی کوٹھی برائے فروخت
مالک کی اپنی بنی ہوئی رقبہ ایک کنال کارنر پلاٹ نمبر ۱۵۳ اوپسہ سوسائٹی کالج روڈ کورڈ ایریا ۵۴۰۰ مربع فٹ دو علیحدہ حصے' ۵ بیڈ۔ مطالعہ کا کمرہ۔ دو لاؤنج' دو کچن' ماربل فلورز' دیار کا کام' بہترین فنش' سوئی گیس کنکشن چالو۔ مناسب قیمت مالک باہر جا رہا ہے۔
رابطہ محمد مقبول فون نمبر ۵۷۶۰۶۴۶ / ۸۷۱۳۶۷

بعثت انبیاءؑ کا مقصد

مولانا محمد اکرم اعوان

انبیاءؑ جب دنیا میں تشریف لاتے ہیں تو ان کی بعثت کا مقصد اولیٰ ہوتا ہے مخلوق کو خالق سے آشنا کرنا اور انسانیت کو ان کے اصل مقام تک پہنچانا۔ نبی کی بعثت کا یہ مقصد ہرگز نہیں ہوتا کہ کسی خاص قوم کو حکومت و سلطنت دلا دے یا کچھ مخصوص افراد کو یا کسی خاص قوم کو دولت دنیا سے مالا مال کر دے یا کوئی خاص طبقہ لوگوں کا ایسا ہو کہ دنیا میں وہ جو خواہش کریں اس کی تکمیل ہو جائے یہ ہرگز بعثت نبوت کے مقاصد میں سے نہیں ہے۔

انبیاءؑ کی پوری تاریخ میں یہ بھی ملتا ہے کہ ان کے ماننے والوں کو اللہ کریم نے بڑی عظمت دی دنیا میں اقتدار و وقار بخشا بہت قوت دی اور ایسی قوت دی جسے عقل انسانی سمجھنے سے قاصر ہے۔ لیکن اگر آپ بنظر غائر دیکھیں گے تو آپ کو ان کی حکومت و سلطنت میں بھی وہ وجہ نظر آئے گی کہ جس کے سبب اللہ کریم نے مخلوق کو خالق تک پہنچانے کا راستہ آساں فرمایا اور ان کا حکومت قائم کر لینا بھی مخلوق کی ہدایت کا سبب بنا لوگوں کی گردنوں پر سوار ہونے کا سبب نہیں بنا اور بیشتر انبیاءؑ ایسے بھی ملتے ہیں کہ نہ صرف ان کے ماننے والے افراد بلکہ خود انبیاءؑ کو تہ تیغ کر دیا گیا۔ ظلماً قتل کیا گیا۔ بجائے اس بات کے کہ معاشرے کی روش ان کی وجہ سے تبدیل ہو جاتی خود ان کی ذات مقدسہ کو ایذا پہنچی وہ شہید کر دیے گئے اور معاشرہ اپنی ڈگر پر قائم رہا تو کیا ایسی حالت میں کوئی یہ کہہ سکتا ہے کہ اللہ کا فلاں نبی اور فلاں رسول معاذ اللہ ناکام رہا۔ ناکام اس صورت میں کہا جا سکتا تھا جب بعثت نبیؑ کا مقصد دنیوی اقتدار و وقار حاصل کرنا یا لوگوں کو بانٹنا ہوتا۔ ہاں اگر کسی نبیؑ سے یہ ثابت ہو جائے کہ اس نے تبلیغ نہیں کی اس نے لوگوں کو اللہ کی طرف دعوت نہیں دی جو کہ ناممکنات میں سے ہے۔ انبیاءؑ اور علماء کو ظلماً ایسی وجہ سے قتل کیا گیا کہ انہوں نے معاشرے پر اور معاشرے کی برائیوں پر گرفت کی اور کفر و شرک کی تکذیب کی۔

بعثت انبیاء کی بنیاد یہ ہے کہ انسان ضروریات دنیا کو اور دنیوی اقتدار و وقار کو اور دنیوی مال و دولت کو اللہ جل شانہ کے تعلقات کے ساتھ وابستہ نہ کر دے۔

اگر آپ حضور اکرمؐ کے صحابہ کرام کی زندگیوں پر غور فرمائیں تو آپ کو دونوں رنگ نظر آئیں گے۔ ابتدائی مکی زندگی کے تیرہ سالوں میں وہ آپ کو ہر طرح سے پستے ہوئے اور ہر ظلم کا سامنا کرتے ہوئے نظر آئیں گے اور دنیوی اعتبار سے اگر دیکھا جائے تو دنیا داری میں کوئی رائی

برابر فائدہ نظر نہیں آتا۔ کسی ایک ایمان لانے والے کو دنیوی اعتبار سے کیا فائدہ ہوا مکی زندگی میں معاشرے میں انہیں رسوا کیا گیا مارا گیا پیٹا گیا جائیدادیں چھینی گئیں اور کون سا جوروستم تھا جو ان پر روا نہ رکھا گیا تو کیا معاذ اللہ وہ اسی لئے اس راستے سے ہٹ جاتے کہ جب سے ایمان قبول کیا ہے مصیبتوں نے ہمارا دروازہ دیکھ لیا ہے یا ہم تو تب مانیں گے جب ہماری یہ دنیوی مصیبتیں دور ہو جائیں یہ بات نہیں ملتی۔ بلکہ اتنے عظیم لوگ تھے کہ تاریخ میں ان کی طرف سے ان مظالم کا شکوہ نہیں ملتا۔ کتنی عجیب بات ہے کہ نبی رحمتؐ بنفس نفیس تشریف فرما ہوں اور کوئی ایک صحابی بھی آ کر نہیں کہتا کہ یا رسول اللہ فلاں کافر نے میرے حق میں زیادتی کی ہے آپؐ اس کے حق میں بد دعا کر دیجئے۔ اگر آپ کو نظر آتا ہے تو پوری تاریخ میں سے نکال کر دکھائیں کوئی نہیں کہتا۔ یعنی اس بات کو وہ اس تعلق کے قریب آنے ہی نہیں دیتے اور بالکل ستھرا اور خالص تعلق رکھتے نبی کریمؐ کے ساتھ جس میں کوئی دنیوی شرط نہیں ہے۔ مال ملے دولت ملے عزت ملے شہرت ملے یا مال چلا جائے دولت چلی جائے عزت چلی جائے شہرت چلی جائے گھر لٹ جائے۔ دونوں صورتوں میں وہ اللہ اور اللہ کے رسول کے تعلق کو نکھرا ہوا اور صاف ستھرا رکھتے ہیں۔

مکی زندگی میں جس چیز پر بھی رب کریم نے انسانوں کو حق ملکیت عطا فرمایا ہے مثلاً" جائیداد تھی یا اس کی اولاد یا اس کا خود اپنا وجود تو انہوں نے اپنی جان تک نچھاور کر دی لیکن یہ شرط نہیں رکھی کہ جان بچے تو تب حضورؐ کے ساتھ تعلق رہے گا اگر جان جاتی ہے تو تب نہیں رہے گا۔ مثلاً" آل یاسرؓ کا دیکھ لیں کتنا عجیب واقعہ ہے کہ مکہ مکرمہ کا غریب ترین ضعیف العمر بوڑھا بچہ بیوی سارے خاندان کو کفار گلی میں لا کر گھسیٹ کر زدوکوب کرتے ہیں مارتے ہیں حتیٰ کہ شام کو جب انہیں گھسیٹ کر گھر پھینک آئے تو یہ بات ملتی ہے اسی واقعہ میں کہ ان چار پانچ آدمیوں میں سے کوئی ایک اس قابل نہیں تھا کہ اٹھ کر گھڑے سے پانی ڈال کر دوسرے کو دے دے۔ دوسرے دن پھر صبح گھسیٹ کر لے گئے یہی حال ہوا شام کو پھر گھر پھینک دیا تیسرے دن پھر گھسیٹ کر لے گئے اور ان پر جب مار پڑ رہی تھی لوگ تماشا بنائے ہوئے تھے اور انتہائی عبرت ناک حالت تھی ان کی تو گلی کی دوسری طرف سے نبی رحمتؐ جلوہ افروز ہوئے آپؐ گزر رہے تھے وہاں سے تو آپؐ رک گئے کیا انہیں حق نہیں پہنچتا تھا کہ وہ لوگ چیختے چلاتے آرزو کرتے سامنے رسولؐ کھڑے تھے۔ وہ کہتے یا رسولؐ اللہ ہمیں ان سے چھڑا لیجئے۔ لیکن انہوں نے اف تک نہیں کی خود نبی رحمتؐ نے ارشاد فرمایا **اصبرو یا ال یاسر**۔

کتنی عجیب بات ہے۔ حضورؐ فرماتے ہیں **ان مواعد کم الجنتہ** میرا اور تمہارا اقرار جو ہے وہ اللہ کا قرب اور اس کی جنت میں اکٹھے رہنا ہے وہ وعدہ مجھے یاد ہے وہ انشا اللہ پورا ہو گا جو امور دنیا ہیں ان میں سے تو تمہیں صبر کر کے گزرنا ہی ہو گا۔ یہ حالات جو تم پر وارد ہو رہے ہیں ان میں سے تو تمہیں گزرنا ہی ہے لیکن ان سب کے بدلے ایک ایک لمحے کے بدلے تمہیں ترقی درجات نصیب ہو گی اور کتنے کھرے تھے وہ لوگ کہ انہوں نے واقعی ویسا ہی کیا جیسا نبی رحمتؐ نے ارشاد فرمایا۔

پھر مدنی زندگی کا دور آتا۔ حیرت ہوتی ہے ان کی جرات رندانہ پر انسان کے دل میں حسرت پیدا ہو جاتی ہے کہ ایسی محبت خدا عطا کر دے۔ طرح طرح کے لوگ ہیں مشرکین مکہ ہجرت کرنے کی بھی اجازت نہیں دے رہے یعنی وہ یہ بھی نہیں چاہتے کہ یہ یہاں سے چلے جائیں وہ انہیں اس ظلم کی چکی میں پیسنا چاہتے ہیں وہ یہ نہیں چاہتے کہ مکہ مکرمہ سے ان کی آواز باہر نکلے یا باہر کی دنیا ان کی بات سن سکے تو کتنی عجیب بات ہے کہ آدمی گھر بھی چھوڑے جائیداد بھی چھوڑے دوست احباب بھی چھوڑ دے اپنی رشتہ داری برادری تعلقات بھی چھوڑ دے اپنی ساری زندگی کی پونجی بھی چھوڑ دے اس سارے سرمایے کو چھوڑ کر پھر بھی اسے چوری چھپے ہجرت کرنا پڑے اور جان کے لالے پڑ جائیں۔

خود نبی رحمتؐ کی ہجرت مبارکہ سے آپ میں سے کون واقف نہیں ہے کتنی مشکل کتنی کٹھن اور کتنا جان جوکھوں کا کام تھا۔ اسی طرح دوسرے صحابہ مختلف لوگ مختلف حیثیت کے تھے۔

سیدنا فاروق اعظمؓ نے جب ہجرت کی تو وہ اپنے ہتھیار سجا کر اور اپنی سواری لے کر بیت اللہ شریف کے سامنے آئے تو بیت اللہ کے گرداگرد مشرکین سارا دن بیٹھا کرتے تھے چٹانوں پر گپیں لگایا کرتے تھے۔ بیت اللہ کی چار دیواری اتنی ہوا کرتی تھی جتنا پہلے مطاف ہوتا تھا آج کل مطاف بھی ذرا کھلا ہے دس بارہ برس پہلے ذرا تنگ تھا بس اتنی ہی چار دیواری ہوا کرتی تھی آٹھ دس گز جگہ خالی ہوا کرتی تھی اردگرد اور یہ صفاو مروا اور دوسرا جبل ابوالقیس وغیرہ کی چٹانیں وہاں تک پہنچی ہوئی تھیں پہاڑ وہاں تک تھے تو ان چٹانوں پر بیٹھ کر سارا دن گپیں لگایا کرتے تھے وہی مرکز ہوتا تھا ان کے بیٹھنے کا تو سیدنا فاروق اعظمؓ اس حال میں تشریف لائے۔ کہ تمام اسلحہ آپ نے اپنے بدن پر سجا رکھا ہے سواری پاس ہے فرماتے ہیں کسی کو یہ خواہش ہو کہ اس کی عورت بیوہ ہو جائے بچے یتیم ہو جائیں تو مجھے ہجرت سے منع کر کے دیکھے۔ ایک حیثیت ایسے لوگوں کی تھی دوسرے وہ لوگ تھے کہ ایک صحابی کو اثنائے راہ میں مکہ کے سواروں نے جا گھیرا اور وہ عجمی تھے مکہ مکرمہ کے رہائشی نہیں تھے باہر سے آ کر وہاں رہائش پذیر ہو گئے تھے کافی دولت مند تھے روساء مکہ میں شمار ہوتا تھا تو سواروں کی ایک ٹولی گھوڑے بھگاتی بڑی محنت سے ان کو راستے میں ڈھونڈا ان کے گردا گرد انہوں نے گھیرا ڈال لیا تو انہوں نے پوچھا کہ تمہیں میرے ساتھ کیا تعارض ہے۔ تمہارا میرا کیا تعلق ہے کیوں روکتے ہو تم۔ تو انہوں نے کہا کہ بھئی بات یہ ہے کہ ہمیں یہ تو حق حاصل نہیں تم چونکہ مکہ کے رہنے والے نہیں ہو تم باہر سے آئے ہو اور باہر جا رہے ہو لیکن ایک بات ہے کہ جب تم مکہ میں آئے تھے تو تم امیر نہیں تھے یہاں آ کر تم نے دولت کمائی تم روساء شہر میں سے ہو اب مکہ کی دولت باہر لے جا کر تم اہل مکہ کے خلاف استعمال کرو تو ہمیں حق حاصل ہے ہم تمہیں روکیں۔ تو انہوں نے فرمایا کہ اسی بات پہ فیصلہ کر لیتے ہیں یہ نہ سمجھو کہ میں دب جاؤں گا۔ اگر تم لڑو گے تو تم خوب جانتے ہو کہ میرا نشانہ خطا نہیں جاتا اور میرا ترکش تیروں سے بھرا ہوا ہے اس کے بعد میرے پاس نیزہ بھی ہے جب یہ ٹوٹ جائے گا تب تلوار کی باری آئے گی' اور میری شہادت تک تم میں سے بیشتر خاک و خون میں تڑپ چکے ہوں گے۔ اس لئے آؤ ایک سودا کرتے ہیں۔ زندگی بھر جو میں نے سرمایہ جمع کیا ہے وہ تم لے لو اور مجھے مدینہ جانے دو۔

کتنی عجیب بات ہے کہ ہم یہ چاہتے ہیں کہ اللہ اللہ کریں تو ہمیں کوئی دنیا کی دولت ملے وہ کہتے ہیں تم دنیا لے جاؤ میں تم سے الجھ کر قرب نبویؐ سے محروم نہیں ہونا چاہتا مجھے جانے دو اور اتنے کھرے تھے وہ لوگ کہ جب انہوں

اگر جوتی کا تسمہ ٹوٹ جائے تو بیٹھ کر اللہ سے بات کرو۔ گھر میں تکلیف ہے تو اللہ سے بات کرو پھر کیوں نہیں کرتے؟ اگر نہیں کرتے ہو تو اس کا مطلب ہے کہ ہماری محنت ضائع جا رہی ہے۔

نے اہل مکہ کو پتہ دیا کہ میرے گھر میں فلاں دیوار کے قریب فلاں گوشے میں میرا سارا سرمایہ سونے کی صورت میں دفن ہے تو مشرکین مکہ میں سے بھی ایک آدمی نے نہیں کہا ہم آپ کے پاس یہاں کھڑے ہوتے ہیں اور کوئی وہاں جا کر دیکھ آئے۔ کہیں ایسا نہ ہو کہ آپ ہمیں دھوکہ دے جائیں کسی نے یہ نہیں سوچا۔ مشرکین مکہ کو بھی یہ اعتبار تھا کہ انہوں نے جو کہہ دیا وہ حق ہے اور یہ تاریخ کے صفحات پر موجود ہے کہ وہ وہاں سے مدینہ منورہ چلے گئے اور مشرکین واپس وہ دولت حاصل کرنے مکہ چلے گئے۔

نبی رحمتؐ کی خادمہ ام ایمنؓ کی ہجرت اس سے بھی عجیب تر ہے۔ وہ بہت غریب تھیں اور کوئی ایسا شخص بھی نہیں تھا جو ان کے ساتھ سفر میں اعانت کرتا گھر میں کوئی سرمایہ بھی نہیں تھا تو جب مکہ مکرمہ سے چھپ چھپا کر نکلیں تو ان کے پاس زاد راہ قسم کی بھی کوئی چیز نہیں تھی اور کوئی آدمی ساتھ بھی نہیں تھا اور رمضان المبارک کا مہینہ تھا۔ سحری کو اٹھیں تو چل دیں حلیۃ اولیاء دوسری جلد میں ان کا واقعہ موجود ہے۔ آپ دیکھ لیں۔ صحرا کی گرمی' پیدل سفر' راستہ چھوڑ کر' دور دور چلنا کہ راستے میں کوئی مل نہ جائے کوئی مرد ساتھ نہیں کسی پر بھروسہ نہیں اور کوئی زاد راہ نہیں حتیٰ کہ دن بھر کی تھکی ہاری عصر کے قریب آبادی کے قریب سے گزری تو آبادی سے ایک طرف ہو کر نکل گئیں۔ مبادا کہ کوئی شخص یہاں بھی راستہ روکنے والا نہ ہو یہ خیال نہیں ہے کہ میں جب صبح سے روزے سے ہوں افطار کیسے کروں گی۔ صحرا کی اس گرمی میں جو پیاس لگتی ہے علاج کیسے ہو گا۔ آبادی میں اور نہیں تو پینے کا پانی تو مل جائے گا۔ لیکن اگر پانی کے ان چند قطروں کے بدلے وہ لوگ ہجرت میں حائل ہو گئے تو کیا ہو گا۔ تو وہ اس آبادی کی طرف متوجہ نہ ہوئیں۔ حتیٰ کہ جب سورج غروب ہو رہا تھا تو ان کے ارد گرد لق و دق صحرا تھا حد نگاہ تک خشک ریت کے بگولے اڑ رہے تھے۔ فرماتے ہیں' وہ فرمایا کرتی تھیں جب سورج ڈوب گیا تو میں نے اپنے سر پر جیسے کوئی پرندہ اڑتا ہے اور چھپ چھپ کی آواز آتی ہے اس کے پروں کی طرح کی آواز سنی تو میں نے سر اٹھا کر دیکھا کہ آسمان سے ایک ڈول آ رہا تھا۔ اور فرماتی ہیں میرے منہ کے سامنے آ کر رک گیا میں نے خوب پیٹ بھر کر پیا اس سے میری بھوک بھی جاتی رہی اور کمزوری بھی اور پھر فرماتی ہیں کہ زندگی بھر میں یہ خواہش ہی کرتی رہی کہ مجھے پیاس لگے لیکن زندگی بھر مجھے پیاس نہیں لگی۔ حتیٰ کہ فرماتی ہیں کہ جب زیادہ گرمی ہوتی تھی دوپہر کو میں طواف کیا کرتی تھی دھوپ میں تمازت میں کہ کبھی پیاس لگے گی لیکن پیاس نہیں لگی۔

اب آپ اس کا دوسرا پہلو دیکھیں کہ صحابہ کرامؓ کا یہی حال نہیں رہا؟ جب حالات بدلے تو دولت سے لے کر اقتدار تک جتنا صحابہ کرام کو نصیب ہوا تاریخ عالم میں دنیا کے کسی دوسرے آدمی کو نصیب نہیں ہوا۔ وہ لوگ جو فاقوں کی وجہ سے بے ہوش ہو جایا کرتے تھے جب قیصر و کسریٰ اور یمن کی ریاستیں فتح ہوئیں تو سیروں کے حساب سے سونا ان کے حصے میں آیا مال غنیمت کا۔ پانچواں حصہ بیت المال کا ہوتا تھا چار حصے تو مجاہدین کو ملتے تھے سونا منوں کے حساب سے تھا۔ آپ خیال کر لیں خسرو پرویز کا خزانہ جب مسلمانوں نے فتح کیا تھا تو اس میں سونے کے باغات تھے جن میں بادشاہ سیر کیا کرتا تھا اور سونے ہی کے درخت بنے ہوئے تھے جن میں پھولوں اور پھلوں کی جگہ جواہرات جڑے ہوئے تھے اور اس میں بادشاہ کے بیٹھنے کے تخت سونے کے بنے

آپ ہر چھوٹے کام کے لئے بھی دعا کیا کریں اور یہ بات یاد رکھیں کہ اللہ کے نزدیک ضرورت مند کی اپنی دعا دوسروں کی سفارش سے زیادہ اہمیت رکھتی ہے۔

یاد رکھئے سوا لاکھ سے کم یا زیادہ جتنے انبیاء مبعوث ہوئے' ان میں کوئی نبی اس لئے مبعوث نہیں ہوا کہ لوگوں کو دنیا کے کاموں میں رہنمائی کرے' انبیاء کا اور انبیاء کی نبوت کا مقصد یہ تھا کہ بندے اور رب کے مابین تعلق اور واسطہ قائم ہو جائے۔

ہوئے تھے اس کی ساری زمین سونے کی تھی تخت سونے کے تھے۔ تو آپ اندازہ کر لیں کہ جہاں تعیش اور اظہار دولت کے اسقدر سامان ہوں وہاں باقی خزانہ کتنا زیادہ ہو گا تو یہ ساری دولت صحابہ کرامؓ میں بٹی۔ ہمارے ہاں ایک بات بڑی مشہور ہے کہ حضرت علیؓ بڑی مفلسی میں زندگی بسر کرتے تھے لیکن تاریخ میں حضرت علیؓ جیسا کوئی بڑا جاگیردار ملتا ہی نہیں ہے فتوحات میں جب ان کے حصے میں زمینیں اور دولت آئی تو شرعاً" یہ ان کا حق بنتا تھا اور جو ان کے حصے میں آئی اس ساری دولت کے ہوتے ہوئے وہ فقیر ہوا کرتے تھے۔ یہ نہیں کہ ان کی بے بسی نے انہیں مفلس بنا رکھا تھا۔ اور شہزادگان عالی کا یہ حال تھا کہ حضرت حسنؓ نے ایک عورت سے نکاح کے وقت اسی (۸۰) کنیزیں پیش کیں ہر کنیز کے پاس ایک تھالی میں اسی ہزار دینار رکھے ہوئے تھے۔ یہ انہوں نے حق مہر ایک عورت کو پیش کیا تھا اور غالباً" دو سو کے لگ بھگ عورتوں سے انہوں نے نکاح کیے تھے۔تو آپ اندازہ کر سکتے ہیں کہ ان کے پاس کتنی دولت تھی۔ ایک لاکھ انتیس ہزار سالانہ ان کی اپنی جائیداد اور جاگیر سے آمدن ہوتی تھی اس کے علاوہ خزانہ آمرہ سے حضرت امیر معاویہؓ حضرت امام حسنؓ کو دیا کرتے تھے اور اس کے باوجود حضرت حسن کا ہاتھ تنگ رہا کرتا تھا۔

اسی طرح حضرت ابو ہریرہؓ فرمایا کرتے تھے کہ جب میں گھر داخل ہوتا ہوں ٹخنوں ٹخنوں تک پاؤں قالین میں دھنس جاتا ہے پھر فرماتے تھے بخ بخ ابو ہریرہ وہ وقت یاد کر جب تو مدینہ کی گلیوں میں فاقوں سے بے ہوش ہو جایا کرتا تھا۔ گورنر تھے مدینہ کے جب فرصت ملتی تھی جلانے کی لکڑیاں کاٹ کر لے آیا کرتے سر پر گٹھا اٹھا رکھا ہوتا تھا تو آواز دیا کرتے تھے گورنر کے لئے راستہ چھوڑ دو۔ بوجھ سر پر ہوتا تھا اور بازار میں خود آواز لگایا کرتے تھے کہ ہٹ جاؤ' راستے سے پرے ہو جاؤ گورنر کے لئے راستہ چھوڑ دو۔

تو یہ ساری دولت جب ان کے در پر جمع ہو گئی اور ان کی حکومت کی حدود افریقہ سے لے کر چین تک پھیل گئی اور ہندوستان سے لے کر ہسپانیہ تک چلی گئی آپ تاریخ عالم میں بیک وقت اتنی بڑی حکومت کسی حکمران کے پاس نہیں دکھا سکتے۔ یہ جو مشہور ہے نا برطانیہ کی حکومت میں سورج غروب نہیں ہوتا تھا تو برطانیہ کے پاس مسلسل اتنے علاقے پر کنٹرول نہیں تھا دور و نزدیک انہوں نے نو آبادیات بنا رکھی تھیں۔ اب اگر برطانیہ ہندوستان پر حکومت کرتا تھا۔ تو کیا برطانیہ سے ہندوستان تک ساری حکومت اس کی تھی ہرگز نہیں تھی۔ لیکن جو حکومت مسلمانوں کے پاس تھی۔ مدینہ منورہ سے لے کر چین تک سمرقند و بخارا سے بالا روس تک اور جنوبی افریقہ تک اور ہسپانیہ تک درمیان میں روکاوٹ نہیں تھی ایک سرے سے دوسرے سرے تک ایک ہی سلطنت تھی اور ایک آدمی کا حکم چلتا تھا کتنے عجیب لوگ تھے کہ اس ساری سلطنت کا فرمانروا ظلماً" شہید ہونا قبول کر لیتا ہے لیکن مدینۃ الرسول میں تلوار اٹھانا گوارا نہیں کرتا اور ساری دولت و اقتدار انہیں نبی رحمتؐ کے اتباع سے روک نہ سکی۔

یعنی مفلس تھے غریب تھے کمزور تھے مہاجر تھے تو مسلمان تھے اور روئے زمین کے سب سے بڑے فرمانروا تھے تو مسلمان تھے۔ ان کی مسلمانی کو کوئی چیز متاثر نہیں کر سکی

نہ ان کی غربت و افلاس نہ ان کی کمزوری و مجبوری نہ ان کا اقتدار و وقار نہ ان کی دولت و امیری کوئی حالت بھی انہیں حضورؐ کی غلامی سے نہیں ہٹا سکی۔ جس حال میں بھی تھے مفلس و بے نوا تھے تو بھی حضورؐ کے دیوانے تھے اور دنیا پر بہت بڑے فرمانروا تھے تو بھی حضورؐ کے دیوانے تھے۔ بعثت نبویؐ کا مقصد کسی کو ریاست، دولت، شہرت دینا نہیں ہوتا کسی سے دولت، شہرت، ریاست چھیننا نہیں ہوتا بلکہ بعثت نبویؐ کا مقصد وحید انسانوں کو ذات باری سے آشنا کرنا اور اللہ کریم تک پہنچانا ہے۔

اس ضمن میں انبیاءؑ کی حیات مبارکہ جو بسر ہوتی ہے اس کا انداز بھی نرالا ہوتا ہے۔ مثلاً" حضرت داؤد علیہ الصلوۃ والسلام کے واقعات میں ملتا ہے وہ حالات جاننے کے لئے رات کو بھیس بدل کر تنہا نکلا کرتے تھے۔ انہیں گلی میں ایک آدمی مل گیا۔ آپ نے اس سے پوچھ لیا کہ بادشاہ کے متعلق تمہارا کیا خیال ہے تو وہ کہنے لگا ہمارا بادشاہ نرا بادشاہ نہیں ہے اللہ کا نبی ہے اور انبیاء کے بارے تو کوئی رائے تو نہیں دی جا سکتی البتہ ایک بات ہے کہنے کی کہ اگر وہ اپنا کھانا اپنے ہاتھ سے پیدا کرتا تو مزا آ جاتا خزانے سے اسے کھانا زیب نہیں دیتا۔ یعنی کام سلطنت کے کرتا اور روٹی کما کر کھاتا۔ مفسرین لکھتے ہیں وہ فرشتہ تھا اللہ کریم کی جانب سے اس کی بات نے حضرت کو جھنجھوڑ دیا۔ دعا کی بار الہٰ مجھے کسی کام پر لگا دے بات تو اس نے سچ کی ہے۔ اللہ کریم نے انہیں یہ معجزہ عطا فرما دیا کہ لوہا ان کے ہاتھ میں آ کر گوندھے ہوئے آٹے کی طرح ہو جاتا تھا اور رب العالمین نے انہیں زرہ بنانے کا طریقہ تعلیم فرمایا قرآن میں بھی آیا ہے کہ زرہ بناؤ و قدر فی السرد ان کا اندازہ کر کے اس میں صرف لوہا نہ ٹھونپ دینا خوبصورت بنانا اس کے جوڑ اس کی کڑیاں اس کے کنڈے مزے دار ہوں۔ تو وہ پہلے معمار ہیں جنہوں نے جنگ کے لئے زرہ بنا کر فروخت کی اور اس ساری سلطنت کے باوجود وہ اپنی روزی کماتے کے لئے زرہ بنایا کرتے تھے۔

آپ نبی رحمت صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات مبارکہ کو دیکھ لیں۔

۔ کجا بود دنیا با مصطفیٰؐ آپ کے پاس دنیا کی دولت نہیں تھی اور آپ نے کبھی اپنے دروازے پر داخل ہونے کی اجازت عطا نہیں فرمائی۔ ورنہ تو سیرت میں ملتا ہے کہ کفار نے طنز کی کہ اللہ کا لاڈلا رسول ہے نہ سر چھپانے کو جھونپڑی ہے نہ پہننے کو قیمتی لباس ہے اور نہ کھانے کے لئے کچھ ملتا ہے تو اللہ کریم کی طرف سے ارشاد ہوا کہ میرے حبیبؐ اگر تو چاہے تو عرب کے ان پہاڑوں کو میں سونے کا بنا دوں تیرے لئے اور کمال یہ ہے کہ حضورؐ نے تو قبول کرنے سے معذرت کر لی فرمایا خدایا تیرا جمال میرے لئے ہر چیز سے عزیز تر ہے لیکن حد یہ ہے کہ خدا کا کہنا جو ہے اللہ کا ارادہ کرنا جو ہوتا ہے وہ امر ہوتا ہے اور وہ کام ہو جاتا ہے۔ خداوند عالم کا وہ ارادہ فرمانا عرب کے پہاڑوں کو وہ واقعی سونے کا بنا گیا اور سارے پہاڑ جو ہیں ان سب میں سونا موجود ہے۔

اب انہوں نے ایک پہاڑ میں کھدائی شروع کی ہے سونے کی کان لگائی ہے اور سونے کی کانیں اس طرح نہیں لگا کرتی جس طرح ہم یہاں کھودتے ہیں معاذ نہیں بلکہ وہ سارا پہاڑ کھودا جاتا ہے سارا ہی سونا ہے کچھ ذرات جو مٹی کے ہیں وہ علیحدہ کر دیتے ہیں باقی سونا ہوتا ہے۔

تو اللہ کریم نے جب فرمایا کہ اگر تو چاہے تو میں کردوں تو پہاڑ تو سونے کے ہو گئے لیکن نبی رحمت صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں کوئی اہمیت نہیں دی۔

صلاح الدین ایوبی بہت بعد کا آدمی ہے اور کفر کے ساتھ ساری عمر برسرپیکار رہا آپ اپنی ساری عمر جس بیت المقدس کی آزادی کی خاطر دعائیں مانگتے بسر کر رہے ہیں اس نے بنوک شمشیر عیسائیوں سے چھین لی ہم میں اور اس میں یہ فرق ہے کہ ہم صرف دعائیں کرتے ہیں اور احتجاجی جلوس

نکلتے ہیں سڑکوں پر اور یہاں کے غرباء کے تانگے موٹریں اور سائیکلیں توڑ دیتے ہیں بیت المقدس پر یہودی قابض ہیں اور ہم یہاں کسی غریب چھابڑی فروش کی چھابڑی الٹ کر احتجاج کرتے ہیں کہ بیت المقدس آزاد ہونا چاہیے۔ صلاح الدین ایوبی وہ شخص تھا جس نے بنوک شمشیر بیت المقدس کو آزاد کرایا ایک طرف پوری عیسائی دنیا متحدہ محاذ بنا کر عیسائی بادشاہوں کی قیادت میں اس کے مقابلے پر آ گئے تھے اور دوسری طرف خود ساتھ منافقین بھی تھے جو اس کی پیٹھ پر حملہ کرنے کے لئے موجود تھے لیکن وہ ایسا عجیب انسان تھا کہ غدار مسلمانوں کے ساتھ بھی جب لڑتا اور انہیں شکست ہوتی اور وہ بھاگ جاتے تو وہ اپنے سپاہیوں سے کہتا تھا کہ سپاہیوں کی لاشوں میں امتیاز نہ کرنا ان سپاہیوں کی لاشیں بھی لے لو انہیں بھی کفن دو ان کا جنازہ بھی پڑھیں انہیں بھی ہم ہی دفن کریں گے تو ایک دفعہ کسی نے کہا کہ یا امیر ہمارے سر یہ مصیبت کیوں ڈالتے ہیں ہم اپنے سپاہیوں کی خدمت تو کریں لیکن جو ہمارے ساتھ لڑتے ہیں ان کے لئے آپ کے دل میں اتنی محبت کیوں ہے تو فرماتے تھے یہ غریب جانتے نہیں ہیں ان کے امیر بے دین ہیں اور انہوں نے انہیں ہمارے مقابلے پر کھڑا کر دیا ہے یہ بے چارے بے قصور ہیں۔ یہ غریب لوگ ہیں یہ نہیں جانتے انہیں نہیں پتہ۔ ان کا علم ہی اتنا ہے۔ ان کا مطالعہ ہی اتنا نہیں ہے کہ ہم کیا کر رہے ہیں اس لئے ان کے ساتھ نرمی کا برتاؤ کرو۔

اس کی تاریخ کا ایک واقعہ میں آپ کو سنانا چاہتا ہوں کہ اس کے ساتھ بڑی سازشیں ہوتی تھیں اس میں عیسائیوں کے ایجنٹ بھی ہوتے تھے اس زمانے میں بھی مسلمان بڑے بکتے تھے۔ ایک دفعہ عیسائی جاسوس جو امیر کے ہاں رہتے تھے شہر میں انہوں نے کہیں سے کرید کرتے کرتے کسی فرعون کا خزانہ دریافت کر لیا اور اس پر ان میں کچھ تکرار ہو گئی اور اس میں منوں کے حساب سے سونا تھا ان کے تو تابوت بھی سونے کے ہوتے تھے قدآدم بت بھی سونے کے ہوتے تھے پھر محل بنا ہوا ہوتا تھا قبر کے اندر تہہ خانے میں پھر اس میں نہانے کا کمرہ کھانے کا کمرہ سونے کا کمرہ اور ایک ایک فرعون کے ساتھ ہزاروں غلام اور کنیزیں زندہ دفن ہو جایا کرتے تھے کہتے تھے یہ وہاں اس کی خدمت کریں گے اور ان کے بناؤ سنگھار اور لباس اور زیورات اور ان کمروں کی زیب و زینت تو منوں کے حساب سے سونا اور جواہرات ہوتے تھے اس میں۔ ان کا جھگڑا ہو گیا اور اس کی وجہ سے وہ بات نکل گئی امیر تک پہنچ گئی حتیٰ کہ صلاح الدین ایوبی نے انہیں گرفتار کر لیا اور خزانے تک جا پہنچا اور اس وقت حال یہ تھا کہ کئی مہینوں کی تنخواہ مجاہدین کو نہیں ملی تھی اور سلطان کے پاس پیسہ نہیں تھا اس نے حکم دیا کہ اس خزانے کا دروازہ اسی طرح سے بند کر دیا جائے جس طرح سے انہوں نے یہ پتھر ہٹایا ہے اور اسے اس طرح دفن کر دیا جائے تو ساتھ کے بعض لوگوں نے عرض کی کہ یہ تو فرعون کی دولت پڑی ہوئی ہے ہم کافروں کے ساتھ برسرپیکار ہیں مجاہدوں کو اسلحہ کی ضرورت ہے سواروں کو تنخواہ تک نہیں مل رہی' تو کیوں نہ اسے نکال کر کافروں کے خلاف استعمال کیا جائے تو وہ فرمانے لگے مجھے خدا سے حیا آتی ہے کہ فرعون کی دولت کے بل بوتے پر میں جہاد کروں۔ یعنی میں اپنے جہاد میں فرعون کی دولت کو شامل نہیں کرنا چاہتا۔ میرا خدا قادر ہے وہ خود میرے لئے اسباب پیدا کر دے گا۔ کتنا مشکل کام ہے کتنی عجیب بات ہے کہ اتنا ضرورت مند ہو پوری دنیائے عیسائیت مقابلے پر ہو اور ان کے پاس دولت اور لشکر اور فوج کے انبار بھی ہوں اور اس طرف فقط اللہ کا بھروسہ ہو اور اس بھروسے کو فرعون کی دولت سے ٹھیس

ہدایت نہیں ہوتی اور اللہ کی طرف سے زبردستی نہیں کی جاتی بلکہ پہلے پارے میں ہے **ختم اللہ علی قلوبھم** اس کے تحت حدیث نقل کرتے ہیں مفسرین۔

کہ حضور نے فرمایا کہ برائی کرنے سے دل میں ایک سیاہ نقطہ پیدا ہو جاتا ہے توبہ اور ندامت کے آنسو اسے دھو دیتے ہیں لیکن اگر توبہ نہ کرے مسلسل برائی کی طرف چلے تو وہ سیاہی بڑھنا شروع ہو جاتی ہے یکے بعد دیگرے وہ نقطے لگتے جاتے ہیں اگر وہ سیاہی سارے دل پر پھیل جائے تو اس دل پر قفل لگا دیا جاتا ہے مہر لگا دی جاتی ہے اگر مسلسل برائی میں اس قدر چلا جائے آدمی کہ وہ سارا سیاہ ہو جائے تو جب اس میں کوئی ذرہ سفیدی کا نہیں رہتا تو اس پر مہر لگا دی جاتی ہے اور اس پر قفل ڈال دیا جاتا ہے پھر توبہ کی توفیق نہیں رہتی۔

تو فرمایا ان اسباب ہدایت کے ہوتے ہوئے لوگوں کا ہدایت نہ پانا اس لئے ہے کہ میرے ساتھ جو تعلق تھا اسے انہوں نے قائم نہیں رکھا اور اسے انہوں نے توڑ دیا۔

تو میرے بھائی یہ جتنی محنت ذکر و اذکار کی ہے.......... اور اگر کوئی اسی خیال سے محنت کرتا رہے کہ اللہ اللہ کرنے سے اور یہاں آنے سے اور ان لوگوں سے ملنے سے میرے دنیا کے فلاں کام بھی ہو جائیں گے فلاں بھی ہو جائے گا فلاں بھی ہو جائے گا۔ تو وہ شخص اس عظیم نعمت کی قدر کو سمجھ ہی نہیں سکا۔ دوستوں کو شکوہ تو ہو گا کہ شاید میں ان کی دنیوی ضرورتوں کی باتیں نہیں سنتا وہ یہ نہیں جانتے کہ میں آپ سب سے زیادہ ضرورت مند اور محتاج انسان ہوں اور میری ذاتی احتیاجات اتنی ہیں شاید آپ میں سے کسی کی بھی نہ ہوں تو جو خود محتاج ہو گا وہ دوسروں کو کیا دے گا۔

اس لئے میں یہ چاہتا ہوں کہ آپ اپنے سارے دکھ اس ذات کریم کے سامنے بیان کریں جو سب کی سنتا ہے سب کو دیتا ہے اگر اس سلوک و تصوف کی آڑ میں کسی نے لوگوں کو اپنی طرف متوجہ کر کے ان کے ذہن میں یہ بات بٹھا دی کہ تمہاری ضرورتوں کی کفالت کرنے والا میں ہوں تو اس شخص میں اور فرعون و نمرود میں کوئی فرق نہیں اس شخص نے دعوٰی خدائی کا نہیں کیا اور فرعون نے دعوٰی کر دیا تھا اس کے علاوہ کوئی فرق نہیں ہمارا مقصد یہ بتانا ہے کہ احتیاج میں' میں آپ اور سارے انسان برابر ہیں۔ اللہ کریم کے سامنے سب محتاج ہیں' آپ دیکھتے ہیں میں یہ کوشش کرتا ہوں کہ جو اوقات میرے ذمہ ہیں سحری کا ذکر صبح کا درس مغرب کا ذکر یا بیان اس میں' میں پوری کوشش کرتا ہوں انسان ہوں کوتاہی ہو جاتی ہو گی' سستی ہو جاتی ہو گی لیکن بہرحال میری حاضری آپ سب سے زیادہ ہے چالیس دنوں میں آپ میں سے کوئی شخص مجھ سے زیادہ حاضر نہیں رہتا۔ میری بھی ضروریات ہیں جس طرح آپ کی ہیں آپ چالیس دنوں میں چار دن لے کر آتے ہیں میں چالیس کے چالیس دن دینے پر مجبور ہوتا ہوں۔ اس کے بعد میں یہ نہیں چاہتا کہ میں آپ کے چندے پر اپنے بچوں کا پیٹ پالوں۔ مجھے اپنی مزدوری بھی کرنا ہوتی ہے اور میں اس سے دست کش نہیں ہو سکتا۔ جس دن میں مزدوری کے قابل نہ رہا اس دن شاید میں آپ لوگوں سے ملنا چھوڑ دوں گا۔ اسی بات پر زندہ رہنا کہ مخلوق کو دیکھ کر انسان کا پیٹ بھرے اس سے مر جانا بہتر ہے۔

پھر آپ کو صرف یہاں آنا اور رہنا ہوتا ہے آپ کے رہنے کا سارا انتظام کرنا یہ میری ذمہ داری ہے۔ تو آپ اسی بات کا اگر تجزیہ کریں تو آپ مجھے اسی بات میں حق بجانب سمجھیں گے کہ میں دینی رہنمائی تو آپ کی کروں لیکن دنیوی حاجات کے لئے میں آپ کو اللہ کی راہ دکھاؤں۔ آپ چھوٹی سے چھوٹی بات خدا سے کریں اور بڑی سے بڑی بات خدا سے کریں۔

نبی رحمتؐ نے فرمایا کہ اگر جوتی کا تسمہ ٹوٹ جائے تو بیٹھ کر اللہ سے بات کرو گھر میں تکلیف ہے تو خدا سے بات کرو پھر کیوں نہیں کرتے ہو۔ اور اگر نہیں کرتے ہو تو

اس کا مطلب ہے ہماری محنت ضائع جا رہی ہے۔ آپ کو خدا سے آشنائی پیدا نہیں ہوئی۔ آپ صرف ہم تک لٹکے ہوئے ہیں اور ہمارا وجود کوئی حیثیت نہیں رکھتا۔ بالکل اسی طرح جس طرح آپ محتاج ہیں۔ اس طرح میں بھی محتاج ہوں اور سارے اسی طرح محتاج ہیں سانس لینے کے بھی پانی پینے کے بھی ..... صحت و بیماری کے بھی اٹھنے بیٹھنے کے بھی ہماری احتیاج میں کوئی فرق نہیں ہے۔

ان اللہ غنی وانتم الفقراء۔ سب گداگر ہیں ایک گداگر دوسرے گداگر کو کیا دے گا۔ ہاں یہ کر سکتا ہے کہ ایسا دروازہ دکھا دے جہاں سے دولت ملتی ہے۔

تو آپ اپنی دنیوی ضروریات کے لئے میری اقتداء نہ کیا کریں بلکہ ساری حاجات کو رب العالمین کے سامنے پیش کریں آپ اسی کے مہمان ہیں یہاں وہی آپ کی کفالت کرتا ہے اسی نے آپ کو رہنے کا ٹھکانہ دیا ہے اور اسی کا نام لیتے ہیں آپ اسی سے بات کریں اور ضرورت پوری ہو نہ ہو اللہ سے بات کرنے کا مزا آ جاتا ہے۔ آدمی کو بات کرنے کا سلیقہ آ جائے تو ضرورتیں بھول جاتیں ہیں باتوں میں عمر بسر ہو جاتی ہے۔

اگر تو ہم نے اپنی عبادات کو دنیوی ضروریات کے ساتھ مشروط رکھا پھر ہم میں اور ان لوگوں میں جو مساجد میں نہیں آتے اللہ اللہ نہیں کرتے ان میں فرق کیا ہے۔ آپ دنیا کے لئے تو بڑے سے بڑے کافر کو بھی کہیں کہ تمہارا یہ کام کر دیتا ہوں یہاں کھڑے رہو تو وہ شاید دس دن کھڑا رہے۔

بعثت نبوت انبیاء کا مقصد مخلوق کو خالق سے آشنا کرنا ہوتا ہے یہ تک نہیں کہا نبی رحمتؐ نے کہ خدایا آل یاسر کو چھڑا دے نہیں۔ فرمایا آل یاسر تم صبر کرو۔ اسی طرح دولت کی فراوانی بھی انہیں اللہ کے دروازے سے نہ ہٹا سکی اور غربت و افلاس بھی اللہ کے دروازے سے نہ ہٹا سکا تو آپ اپنے لئے اس دروازے پر جگہ بنائیں۔ اور جب اللہ کریم کو آپ رو برو پائیں گے تو اپنی حاجات کسی دوسرے کو کہنے کو جی نہیں چاہے گا۔

تو یہ جو میری غیر حاضری آپ کے ساتھ بیانات کے اوقات کے علاوہ ہے ایک تو بات یہ ہے کہ آپ کو ملنے کو جی تو بہت چاہتا ہے لیکن میرے پاس فرصت نہیں ہوتی۔ کیونکہ روزی پیدا کرنے کا مسئلہ ہوتا ہے تعلقات اور حاجات کا مسئلہ ہے اولاد کا دوست احباب کا برادری کا کچھ تھوڑا بہت سفید پوشی والا مسئلہ بھی ہے مسائل میں لوگوں کے ساتھ حصہ لینا پڑتا ہے اور اس سب کے ساتھ یہ ذمہ داری جو مشائخ عظام نے میرے ذمہ کر دی ہے میں اپنے آپ کو اس کا اہل پاتا ہی نہیں یہ اور بات ہے کہ نام لکھ دی گئی ہے یہ تو کسی بہت زیادہ نیک اور زیادہ پڑھے لکھے اور فاضل آدمی کا کام ہے۔ پتہ نہیں خدا کی مرضی۔ اللہ کرے یہ نبھ جائے۔

بہرحال میں تو یہ امید کیا کرتا ہوں کہ حضرت جیؒ نے اختیار دیا تھا مجلس عاملہ کو شاید کبھی وہ اپنے اسی اختیار کو استعمال کریں اور کوئی اور بہتر آدمی اس جگہ مقرر کر دیں۔

تو آپ دیکھیں گے میں سب سے زیادہ اس کی اطاعت کرنے والا ہوں گا۔ چونکہ ہم سب کو مل کر ایک سفر طے کرنا ہے اور وہ سفر ہے کہ تمام امیدوں کو ساری خدائی سے چھین کر ایک اللہ سے وابستہ کرنا۔ یہ بڑا کٹھن سفر ہے۔

انسان اتنا کم حوصلہ ہوتا ہے کہ معمولی معمولی چیزوں پر پھسل جاتا ہے۔ ابھی پرسوں ایک دوست کا خط آیا کہ بچے بیمار تھے تو میں فلاں عامل کے پاس گیا تو اس نے بتایا کہ بیماری تو یہ ہے لیکن علاج کہیں اور سے کرواؤ۔ اب آپ اس کے لئے تعویز بھیج دیں تو میں نے اسے لکھا کہ میرا جی نہیں چاہ رہا۔ تعویز نہیں بھیجتا اس لئے کہ میرا جی نہیں چاہتا۔ محنت کر کر کے تجھے اللہ کے دروازے پر لائے ہیں اور ذرا سی بیماری آئی تو تم پھسل گئے اور عاملوں کے پاس چلے گئے جو بڑے بد ذات ہوتے ہیں کافر ہوتے ہیں فاسق و فاجر

ہوتے ہیں شیطانی عملیات کرتے ہیں۔

کیا فائدہ ہماری اس محنت کا۔ کیا حاصل ہوا تمہیں آنے جانے، رہنے اور بیٹھنے سے صرف یہ کہ بچے بیمار ہوں گے۔ تو تعویذ منگوا لوں گا۔ تو میں اس مسئلے میں نہیں آتا۔ تم جانو تمہارا خدا جانے۔ اگر بات سمجھ جاؤ تو خود خدا سے بات کر لیتا کہ خدایا میں نے غلطی کی ہے میں کمزور آدمی ہوں مجھے بیماریوں میں مبتلا نہ کر مجھے صحت دے دے میرے بچوں کو صحت دے دے میں کمزور ہوں مجھ پہ رحم فرما لیکن خدا کو چھوڑ کر خدا کو بھولے ہوئے لوگوں کے دروازے پر صحت کی تلاش میں مت جانا۔ جو لوگ خود خدا کو بھول چکے ہیں جو لوگ خود برائی میں ملوث ہیں جو لوگوں کو لوٹ رہے ہیں لوگوں کی عزت آبرو مال ہر چیز پہ ڈاکہ ڈالتے ہیں ان سے تم شفا لینے جاتے ہو تو پھر کہتے ہو میں بھی تمہیں تعویذ دوں تاکہ اس سارے مقدمے میں میری حاضری بھی ہو جائے میں اپنے آپ کو اس میں ملوث نہیں کرتا۔

آپ اپنے آپ کو اللہ کے رو برو لے آئیں۔ نبی رحمتؐ کی برکات بھی ہیں اور اگر ایسا نہیں کریں گے ہم لوگ تو خدا نے بڑا مزے دار فیصلہ فرما دیا ہے۔ فرمایا **فاصبر ان وعد اللہ حق و........ یو قنون**۔ میرے حبیبؐ جن کا اعتبار مجھ پر نہیں ٹھہرتا جن کا یقین میری ذات اور میری صفات پر نہیں جمتا اور وہ جو بودے بودے آسرے ڈھونڈتے رہتے ہیں میرے محبوبؐ ان کی طرف سے صبر کر لے انہیں چھوڑ دے ان کی پرواہ مت کر۔

اگر یہ دنیوی حاجات انسان کے ساتھ نہ ہوتیں تو وہ فرشتہ ہوتا اللہ اللہ کرتا اور اس کا کام ہی کیا ہوتا ترقی درجات کا تو سبب یہ ہے کہ ہر قدم پر احتیاج ہو اور ہر قدم پر توبہ کرے۔ حاجات سامنے ہیں اور ان کے اسباب موجود ہیں اور نفس رغبت دلاتا ہے شیطان کہتا ہے دوسرے جو شیطان کے احباب ہیں انسانوں میں سے وہ کہتے ہیں کہ یوں کر دو ٹھیک ہو جاؤ گے وہ کہتا ہے نہیں۔ کروں گا وہی جو میرا رب کہے گا۔ کیا دن رات آپ جب اس مراقبے سے گزرتے ہیں **وھو معکم این ما کنتم' ونحن اقرب الیہ من حبل الورید** تو جب حبل ورید سے رب آپ کے قریب ہے تو اپنی حاجات اس سے کیوں نہیں کہتے کیا آپ کا خدا آپ کی بات نہیں سنتا۔ آپ کے حال سے واقف نہیں ہے۔

میں نے اکثر دعا مانگتے ہوئے یہ دیکھا ہے کہ حاجت بیان کرنے کو جی نہیں چاہتا اس لئے نہیں چاہتا کہ میں اپنی حاجت سے اتنا واقف نہیں ہوں گا جتنا میرا رب واقف ہو گا آپ ایک بات مجھے بتانا چاہیں اور میں اس معاملے میں آپ سے زیادہ جانتا ہوں تو آپ مجھے کیا بتائیں گے۔ تو دعا مانگتے ہوئے یہ کہنا پڑتا ہے کہ خدایا میں محتاج ہوں تو زیادہ جاننے والا ہے تو میری حاجات کو پورا کر۔ حاجت بیان کرنے کو جی نہیں چاہتا کہ میں بیان کروں گا تو وہ بودی ہوں گی نامکمل ہوں گی اور اللہ کے علم میں ہے ساری بات۔ تو جاننے والے کو کیا بتایا جائے۔

آپ جس کا نام لیتے ہیں جس کے لئے سفر کرتے ہیں جس کے پاس واپس جانا ہے اس کے حکم کے مطابق نبی رحمتؐ سے اکتساب نور کریں اور ایسا کریں کہ آپ خدا کے رو برو ہوں **کانک تراہ** تیری نگاہ جدھر بھی اٹھے تجھے رب جلیل نظر آئے اور اگر یہاں نہیں پہنچ سکتا **فان لم تکن تراہ فانہ یراک** اس بات پر تو قائم رہ کہ میرا رب تو مجھے دیکھ رہا ہے اور پھر جب رب جلیل دیکھ رہا ہے پھر وہ ذمہ لیتا ہے تیرا رب کہتا ہے میں رب ہوں تیری ساری ضرورتیں پوری کرنا میری ذمہ داری ہے۔ مانگے گا تو بھی پوری کروں گا نہ مانگے گا تو بھی پوری کروں گا نہ مانگے گا تو بھی پوری کروں گا۔

حساب آخرت کا لوں گا۔ مانگنے میں صرف شرف ہم کلامی ہے مانگنے سے بڑھ نہیں جاتا بن مانگے ساری دنیا کو دے رہا ہے ہمارا وجود تھا ہی نہیں تو ہم نے کب مانگا تھا کہ

ہمیں وجود عطا کر دے بن مانگے دے رہا ہے مانگنے کا لطف زالا ہے مانگنے سے شرف ہم کلامی نصیب ہوتا ہے۔

اسی لئے حضورؐ نے فرمایا **الدعا مخ العبادہ** کہ ساری عبادت کا نچوڑ خدا سے بات کرنا ہے۔ دعا کیا ہے اللہ کریم سے بات کرنا۔ بزرگ جو لمبی لمبی دعائیں کرتے ہیں نا اس کے پیچھے یہی لذت ہوتی ہے۔

بیک **لفظے** تواں گفتن تمنائے جہانے را
من از بہر حضوری طول دادم داستانے را

اس میں جب وہ حضوری حاصل ہو جاتی ہے حضوری کی لذت اپنی ہوتی ہے۔

تو آپ دعا کیا کریں کہ ہر چھوٹے کام کے لئے بھی اور یہ بات یاد رکھیں کہ اللہ کے نزدیک ضرورت مند کی اپنی دعا دوسروں کی سفارش سے زیادہ اہمیت رکھتی ہے۔ کیونکہ خدا نے نبی رحمتؐ کو معبوث ہی اسی لئے فرمایا کہ لوگوں کو میرے ساتھ واقف بناؤ لوگوں کے ذاتی مراسم میرے ساتھ قائم ہوں اس لئے نماز پڑھتے ہوئے فرماتے ہیں۔ **انہ یناجی ربہ** اپنے رب سے سرگوشیاں کر رہا ہے تو میاں اپنے آپ کو رب جلیل کے روبرو لے جاؤ۔

یہ جو مراقبات و منازل ہیں ان کا کوئی فائدہ نہیں اگر آپ اس رستے کو نہ پا سکے یہ حاصل بھی ہو جاتے ہیں اور سلب بھی ہو جاتے ہیں یہ صرف نبوت ہے جو عطا ہوتی ہے اور سلب نہیں ہوتی ولایت جو ہے اس کا مدار اوصاف انسانی پر ہوتا ہے۔ **ان اللہ مع المحسنین** اب اگر صفت احسان نفی کر دو تو معیت باری گئی۔ **ان اللہ مع الصابرین** اب اگر انسان سے صبر کی صفت اٹھا دو تو معیت باری گئی یعنی معیت باری کا انحصار ولی کے ساتھ ولی کے اوصاف پر ہوتا ہے اگر اس کی صفت بدل جائے یہ جو ہم کہتے ہیں کہ فلاں بڑا بزرگ بڑے منازل تھے وہ کیوں ضائع ہو گیا اس سب منازل کا مدار اس کے اوصاف پر تھا اس سے وہ وصف نفی ہو گئے تو منازل گئے۔

تو ہم بھی اگر سب کچھ کرنے کے بعد ان اوصاف کو نہ پا سکیں گے یا بنیادی طور پر اپنے آپ کو رب جلیل کے روبرو نہ لے جا سکیں تو ان کا کوئی اعتبار نہیں اور اگر ہم حضور الٰہیؐ سے آشنا ہو گئے تو یہ سارے مراقبات وہ یوم حشر بھی عطا کر سکتا ہے برزخ میں بھی عطا کر سکتا ہے دنیا میں ایک لمحے میں عطا کرتا ہے۔

اور میں نے ایسے دیکھے ہیں جو زندگی بھر مراقبات کی تلاش میں رہے اور مراقبات نہ ہو سکے اور مرنے کے سینکڑوں سال بعد کوئی ایسا کامل ان کی قبر کے پاس گزرا اور انہوں نے مراقبات کرا دیئے۔ زندگی بھر ایک شخص تلاش کرتا رہا دنیا سے گزر گیا برزخ میں بھی صدیاں بیت گئیں لیکن جب اللہ نے اسے دینا چاہا تو وہاں بھی دے دیا اور کسی کو اس کی قبر پر بھیج دیا اور اس نے اسے مراقبات کرا دیئے۔ یہ کیوں تھا اس لئے کہ اس نے زندگی بھر اپنے آپ کو اللہ کے روبرو سمجھا اور خدا کی عطا ہے کہ اس نے کب کیا دینا ہے۔

اور ایسے بھی دیکھے جنہیں بڑے عظیم حضرات کی صحبت نصیب ہوئی انہیں منازل و مقامات عطا ہوئے اور ان کا خاتمہ کفر پر ہوا۔ نہ صرف یہ کہ وہ منازل و مقامات ضائع کر گئے بلکہ میں نے ایسے لوگ دیکھے ہیں جو اللہ کا نام سننا گوارا نہیں کرتے تھے اور مرنے پر انہوں نے وصیت کی کہ مجھے جلایا جائے جنازہ نہ پڑھا جائے دفن نہ کیا جائے کسی زمانے میں وہی لوگ صاحب حال تھے مراقبات کیا کرتے تھے منازل کیا کرتے تھے۔ یہ سب کیوں ہوا؟ اس پر سوچئے اصل بات یہ ہے کہ میاں ساری شے کا مدار تعلق باری ہے اگر اللہ کے روبرو اور اللہ کے ساتھ ذاتی تعلق استوار نہ ہو تو اللہ کریم کسی کو بدلا نہیں کرتے اپنی مخلوق کو اپنی مخلوق تو بنانا پسند فرماتے ہیں انسانیت کو کسی دوسرے کی مخلوق بنانا اللہ پسند نہیں

فرماتے۔ کہ کسی کے ذہن میں یہ بات ہو کہ اللہ کے علاوہ بھی میرا کوئی کچھ کرنے والا ہے اللہ تعالیٰ کو یہ بات گوارا نہیں ہے اللہ کو یہ بات پسند نہیں ہے۔ تو اگر خدانخواستہ ساری محنت کے بعد بات یہیں رہی تو کیا حاصل ہوا۔

حضرت جیؒ ایک لطیفہ سنایا کرتے تھے کہ کسی پیر کے پاس کوئی زمیندار گیا تو اس نے کہا حضرت سور بڑے زیادہ ہو گئے ہیں اور انہوں نے کماد اجاڑ دیا ہے ساری فصل تباہ کر دی ہے اس کے لئے کوئی تعویز دیں۔ تو وہ بھی تعویز لکھ لکھ کر تھکا ہوا تھا اس نے کہا کہ کوئی بوبلی رکھ لو۔ سوروں کو روکنے کے لئے کوئی بوبلی رکھ لو۔ اس نے کہا پیر صاحب ہمارے بوبلی بھی آپ' تازی بھی آپ۔ آپ ہی کچھ کریں۔ اگر اعتقاد اس درجہ میں رہا تو اس نے کیا پایا۔

وہ پیر کیسے جان بچائے گا جو خدا سے ہٹا کر لوگوں کو اپنی طرف متوجہ کرتا ہے اور مرید کس منزل پر پہنچے گا جو خدا کو چھوڑ کر مخلوق سے امیدیں وابستہ کرے۔

پیری نام ہے ان برکات کو تقسیم کرنے کا جو آقائے نامدار صلی اللہ علیہ وسلم نے تقسیم فرمائیں اور دل میں وہ عشق و گداز پیدا کرنے کا کہ مصیبت یا پریشانی آئے تو بھی اللہ ہی ہو اور آسائش و راحت آئے تو بھی اللہ ہی پر بھروسہ ہو۔

آپ دیکھیں آپ کے سامنے یہاں اس دن اللہ کریم صحت عطا فرمائے شاہ صاحب کی کتنی بری حالت تھی اس شخص کے دونوں بازو ٹوٹے ہوئے ٹانگ دو جگہ سے ٹوٹی ہوئی اور سارا جسم چھلنی چھلنی تھا لیکن اس نے کہا کہ مجھے کچھ تیمم اشارے سے کرا دو میرے نماز قضا نہ ہو لوگ اسی طرح جیتے ہیں اور کمال ہے اس شخص کی جس کی موٹر میرے ساتھ لگی ہے وہ عجیب آدمی ہے غلطی اس کی ہے لیکن اسے تنگ نہیں کیجئے گا اسے چھوڑ دیجئے گا۔ غلطی اس کی ہے لیکن اسے چھوڑ دو جو کچھ ہونا تھا ہو گیا۔ اللہ کو یہی منظور تھا اور کتنی عجیب بات ہے آدمی بہت دور تک سوچ سکتا ہے۔ چھوٹے چھوٹے بچے ہیں جائیداد ہے ریاست ہے زمینداری ہے کیا ہو گا کیا نہیں ہو گا۔ مر جاؤں گا تو بچوں کا کیا ہو گا زمینداروں کے لئے بڑی مصیبت ہوتی ہے سگا بھائی بھی بھتیجوں سے زمینیں چھین لیتا ہے۔ یہ نہیں دیتے بڑے عجیب قسم کے بڑے سخت دل لوگ ہوتے ہیں۔

دنیا میں فرعون بدنام ہے ظلم تو زمیندار کرتا ہے لینڈ لارڈ جو ظلم کرتے ہیں وہ آپ نہیں سمجھ سکتے وہ کس مزاج کے لوگ ہوتے ہیں۔

تو یہ ساری باتیں ایک آدمی بستر مرگ پر پڑا ہوا سوچ سکتا ہے اور ان کے لئے دعا کے لئے بھی کہہ سکتا ہے لیکن میں جب دو دفعہ ان کے پاس گیا یا ان کا پیغام یہاں پہنچا تو ایک ہی بات تھی حضرت اس اجتماع سے میرا حصہ ضائع تو نہیں جائے گا۔ اس کی برکات سے مجھے حصہ ملے گا میں تو ہسپتال میں ہوں۔ یار یہ چیز پیدا کرو۔ آخر یہ ساری چیزیں رب العالمین کی ہیں ہم نہیں تھے تو کام ہوتے رہے ہیں ہمارے کہنے' چاہنے یا نہ چاہنے سے کیا فرق پڑے گا۔ لیکن یہ قرب الہی کی کیفیات ہیں یہ اگر کھو گئیں تو سب کچھ کھو گیا۔

دیکھیں نا آپ شروع سے لے کر اب تک تاریخ اسلام کو پڑھیں تو حضورؐ کی برکات کا اثر یہ ہے کہ اس میں میرا آپ کا کسی کا کمال نہیں ہے یہ اثرات ہیں جو حضورؐ کی برکات سے مرتب ہوتے ہیں۔ جنہوں نے آل یاسر میں وہ بات پیدا کی فاروق اعظمؓ میں پیدا کی جنہوں نے ام ایمنؓ کو یہ جذبہ بخشا وہی برکات ہماری حیثیت کے مطابق ہمیں بھی یہ جذبہ عطا کر جاتی ہیں۔

★★★★★★★★

سالانہ اجتماع

10 جولائی (جمعرات) سے شروع ہو کر ۱۰ اگست (اتوار) تک ہو گا

- تزکیۂ نفس کے لیے صحبتِ شیخ لازمی ہے۔ سلوک میں صحیح راہنمائی، باقاعدہ تربیت حاصل کرنے اور آگے ترقی کیلئے اِس اجتماع میں آپ کا شامل ہونا ضروری ہے۔
- اس اجتماع کا مقصد ہی یہ ہے کہ سالکین کی صحیح اور باقاعدہ تربیت کے ساتھ ساتھ صحبتِ شیخ بھی نصیب ہو۔ تاکہ آپ کے قلوب اُن انوارات و برکات سے روشن ہو جائیں جو صرف صحبتِ شیخ سے ہی نصیب ہوتی ہے۔
- وطن کے دُور دراز علاقوں اور غیر ممالک سے آنے والے سالکین کے ساتھ میل جول بھی آپ کے لیے باعثِ برکت ہے

وقت نکال کر ضرور دارالعرفان منارہ تشریف لائیں۔

دارالعرفان خوشاب اور چکوال کے درمیان
سرگودھا روڈ پر واقع ہے۔

منصب نبوت

مولانا محمد اکرم اعوان

قرآن حکیم نے آقائے نامدار حضرت محمد رسولؐ کی ذات و صفات کو کئی انداز میں ارشاد فرمایا آپؐ کی بے شمار خصوصیات اور صفات ہیں ان اوصاف اور ان خصوصیات کو جن کا تعلق فرائض نبوت سے ہے متعدد بار بیان فرمایا گیا ہے فرائض نبوت کی اساس اور بنیاد خالق اور اس کے بندوں کے درمیان تعلق ہے آج کل کی مصیبت یہ ہے کہ ہم مذہب کو بھی دنیوی نفع و نقصان کے حوالے سے پہچاننا چاہتے ہیں آج کا انسان یہ چاہتا ہے کہ ایسا مذہب اختیار کرے جس میں اسے دنیوی مفاد حاصل ہو یا شکوہ یہ ہوتا ہے نماز بھی پڑھتا ہوں تلاوت بھی کرتا ہوں زکوۃ بھی دیتا ہوں لیکن کاروبار میں نقصان ہو گیاہے۔ بیٹا بیمار ہے فلاں کام نہیں ہوتا۔

امور دنیا ایک ایسا راستہ ہے جس پر مومن کافر سب بحیثیت مخلوق سفر کر رہی ہے اس کے اپنے طریقے اپنے قاعدے اپنے زاویے ہیں۔ اب ایک شخص تجارت شروع کرتا ہے اسے تجارت کرنے کا ڈھنگ نہیں آتا وہ نمازیں زیادہ پڑھتا رہے تو تجارت مانع تو نہیں ہو گی تجارت اپنے طریقے سے کام کرنے سے ہے۔ ایک آدمی کاشتکاری کرتا ہے اور اس سے ہل نہیں چلایا جاتا وہ کھیت کی حفاظت نہیں کر سکتا ہے اسے اپنے وقت پر پانی نہیں دے سکتا اور وہ کہتا ہے میں رات دن ذکر اذکار کرتا ہوں وظیفے پڑھتا ہوں وظیفے پڑھنے کا کھیت کی چوکیداری سے کیا تعلق ہے کھیت مومن بھی بو سکتا ہے کافر بھی بو سکتا ہے۔ حصول رزق کے ذرائع مومن کے لئے بھی ہیں کافر کے لئے بھی ہیں محنت و مشقت جو کرے گا جس کی صحیح ہو گی قاعدے کے مطابق ہو گی زیادہ پھل پائے گا۔

یاد رکھئے! سوا لاکھ سے کم یا زیادہ جتنے انبیاؑ مبعوث ہوئے ہیں ان میں کوئی نبیؑ اس لئے مبعوث نہیں ہوا کہ لوگوں کو دنیوی کاموں میں رہنمائی کرے کوئی نبیؑ اس غرض سے نہیں آیا کہ لوگوں کے کاروبار سیدھے کرے یا لوگوں کی بیماریوں میں مدد کرے اگر کسی کو یہ چیزیں بطور معجزہ ظاہر بھی کی گئی ہیں تو غرض یہ تھی کہ نبیؑ کی نبوت کا انہیں ادراک ہو جائے۔ موضوع یہ تھا انبیاؑ کا اور انبیاؑ کی نبوت کا کہ بندے اور رب کے مابین تعلق اور واسطہ قائم ہو جائے۔

یہ سوچ کہ عبادت کے ساتھ روزی کا تعلق ہے صحت و بیماری کا تعلق ہے یہ مذاہب باطلہ کی دی ہوئی سوچ ہے اور جتنے باطل مذاہب ہیں ان کی ہر عبادت کے ساتھ اجر کے طور پر کسی نہ کسی دنیوی مقصد یا فائدے کا لالچ بھی آ جاتا ہے اگر دنیوی دولت یا حکومت یا اقتدار و اختیار عبادت پر ملتا تو گوربا چوف کو روس کی حکومت کیوں ملتی ہندوؤں' سکھوں' یہودیوں' قاتلوں اور عیسائیوں کو اتنی بڑی

حصول رزق کے ذرائع مومن کے لئے بھی ہیں، کافر کے لئے بھی ہیں۔ محنت و مشقت جو کرے گا جس کی صحیح ہو گی قاعدے کے مطابق ہو گی زیادہ پھل پائے گا۔

بڑی سلطنتیں کیوں ملتیں وہ مارے مارے پھرتے گویا اقتدار کا سفر حیات، جس میں ساری مخلوق سرگرداں ہے کا تعلق عبادات سے ہرگز نہیں ہے۔

مسلمان جب عملی زندگی میں شیر تھے روئے زمین پر حکمران مسلمان ہی تھے جب ان کی دنیوی عملی زندگی تعطل کا شکار ہو گئی تو کسی بھی مسجد کے گوشے میں بیٹھنے والا کوئی بھی چلہ کشی کرنے والا کوئی بھی تقریر کرنے والا تسبیحات پڑھنے والا اس قوم کی نجات کا سبب نہیں بن رہا۔ اب بھی رمضان شریف میں گنو کتنے ختم ہوتے ہیں کتنے وظائف ہیں کتنا قرآن و حدیث پڑھا جاتا ہے تبلیغ کتنی ہوتی ہے کتنے لوگ نمازیں پڑھتے ہیں اس سے سیاسی حالت پر کوئی اثر نہیں پڑتا۔ کیوں نہیں بدلتی۔ وہ الگ شعبہ ہے اس کے اندر آپ آئیں گے اس میں محنت و مجاہدہ کریں گے اس میں حصہ لیں گے تو اس میں کوئی غرض کوئی امید ہو سکتی ہے۔ تو مصیبت یہ ہے کہ لوگوں نے دین کو دنیا کے حوالے سے پہچاننے کی کوشش کی اور اول تو وہ دین پر عمل بھی نہیں کرتے اور کریں تو ان کے ذہن میں یہ بھوت سا جاتا ہے کہ ہمیں کوئی دنیوی فائدہ ہو جائے گا دولت ملے گی بیماری ٹھیک ہو جائے گی۔

یہاں رب کریم نے بڑی سادہ سی بات میں بیش بہا معلومات کا ذخیرہ اور آپ ؐ کے اوصاف کی بہت بڑی نشان دہی فرمائی فرمایا

وما ارسلنک ہم نے کسی غرض کے لئے آپ کو نہیں بھیجا سوائے اس کے **الا** **استثنا** باقی رکھی باقی تمام کاموں کی نفی کر دی۔ کسی غرض کے لئے آپ کو نہیں بھیجا **الا** سوائے اس کے **مبشرا" نذیرا"** اتنا بڑا کام یہ ہے کہ لوگوں کو ان کے عقائد اور ان کے اعمال پر اللہ کی رضا مندی کی بشارت دیں روئے زمین پر کسی کے پاس کوئی معیار نہیں ہے کہ میرے کسی عقیدے پر میرا رب مجھ سے راضی ہے میرے کسی عمل پر مجھ سے راضی ہے اللہ نے فرمایا میرے حبیب ؐ یہ منصب عالی آپ کا ہے کہ آپ ؐ اولاد آدم کو یہ اطلاع دیں کہ یہ عقیدہ ہو گا تو اس پر اللہ کریم خوش ہوں گے۔ یہ عمل ہو گا تو اس کا نتیجہ اللہ کی رضا مندی اور اس کے انعامات کی صورت میں ہو گا تو یہ آپ کا منصب عالی ہے کہ روئے زمین پر آپ ؐ کے علاوہ آپ ؐ کی بعثت سے لے کر قیامت تک کوئی دوسرا نہیں جو اس موضوع کی نشان دہی کر سکے اور یہ معمولی بات نہیں ہے کیا کھاؤ گے اس کا اثر کیا ہو گا یہ کافر بھی تشخیص کر چکے ہیں تم نے یہ چیز کھائی تمہیں یہ مرض ہو جائے گا۔ کہیں جاؤ گے تو وہاں کی آب و ہوا کا تم پر کیا اثر ہو گا اس کے لئے ایمان شرط نہیں یہ تو کافر ڈاکٹر بھی آپ کو بتا سکتا ہے۔ لیکن اللہ کے بارے میں کیا سوچو گے اگر کوئی بتا سکتا ہوتا تو جب عیسیٰ ؑ کے بعد نبوت ختم ہو گئی حضور اکرم ؐ کی بعثت تک فلانے کو تو تم نہیں روک رہے تھے مورخ تو ختم نہیں ہو گئے تھے ہر شعبہ حیات میں لوگ موجود تھے لیکن کوئی اتنا بھی نہیں بتا سکتا تھا اللہ ہے بھی کہ نہیں اگر ہے تو وہ کیسا ہے؟ نام کیا ہے اس کا؟ اس کی ذات کیسی ہے؟ اس کی صفات کیسی ہیں؟ وہ کہاں ہے؟ وہ کیا کچھ ہے؟ یہی کہا ہے نا مولانا ظفر علی خان نے

جو نکتہ وروں سے حل نہ ہوا اور فلسفیوں سے کھل نہ سکا
وہ راز اک کملی والے نے بتلا دیا چند اشاروں میں

ذات باری کے متعلق صفات باری کے متعلق عقیدہ و ایمان کیا ہونا چاہئے یہ کوئی نہیں جانتا تھا پھر یہ جو کھایا ہے اس کا اثر بدن پر کیا ہو گا یہ ڈاکٹر بتا سکتا ہے خواہ وہ مومن ہے یا کافر ہے لیکن یہ جو کھایا ہے اس کا اثر آخرت میں کیا

ہو گا اور بندے اور اس کے مالک کے تعلقات پر اس کا کیا اثر پڑا یہ بتانا صرف نبیؐ کا کام ہے۔

اسی طرح جہاں آپؐ کا منصب عالی بشارت دینا ہے وہاں آپؐ کا وصف نذیر بھی ہے۔ **مبشرا" و نذیرا"**۔ انزار ہوتا ہے کسی آنے والے خطرے سے بروقت خبردار کر دینا کیا غلط عقیدہ رکھا ہے کیا غلط عمل کیا ہے اور اسکا نتیجہ مرنے کے بعد آخری زندگی میں قبر میں برزخ میں میدان حشر میں اللہ کے دربار میں کتنا نقصان ہو گا یہ بتانا یہ آپؐ کا منصب ہے۔ روئے زمین پر کوئی انسان مشرق میں ہو یا مغرب میں ہو شمال یا جنوب میں ہو کیا کرتا ہے اس پر کیا نتیجہ مرتب ہو گا اللہ کریم راضی ہوں گے یا ناراض یہ بتانا۔ **مبشرا و نذیرا** بشارت دینا اور خطرات سے بروقت خبردار کرنا اور فرمایا یہ آپؐ کا منصب ہے۔

میں اپنی زندگی میں محسوس نہیں کر سکتا میرے عقیدے پر میرے ایمان پر میرے کردار پر میری اخروی زندگی پر میرے اور میرے مالک کے تعلقات کا کیا اثر پڑے گا فرمایا یہ بتانا میرے نبیؐ یہ آپؐ کا کام ہے۔

اور لوگوں کو یہ بھی بتا دیجئے یہ جو کچھ میں بتاتا ہوں اس کے بدلے میں تم سے کچھ نہیں چاہتا **قل ما اسئلکم علیہ من اجر** - کوئی دنیاوی اجر تم سے نہیں لینا۔ پھر میں تم سے کس بات کا متمنی ہوں تم سے کس بات کی توقع رکھتا ہوں تم سے کس بات کی امید رکھتا ہوں۔ **الا من شاء ان یتخذ الی ربہ سبیلا** - تم سے میں یہی چاہتا ہوں کہ میری ان باتوں سے راستہ پا کر تم اپنے پروردگار کی طرف اس کے قرب کی طرف اس کی رضا کی طرف اپنا سفر شروع کر دو۔ اس آیت کریمہ نے عالم، پیر، شیخ اور مشائخ کے فرائض اور تعلقات کا تعین کر دیا کوئی پیر کسی مرید سے معاوضے کا اگر طالب ہے تو وہ حق پر نہیں ہے کوئی عالم دنیا کے لالچ کے لئے دین سکھاتا ہے تو اس نے وہ راستہ چھوڑ دیا جو رسولؐ کا ہے جسے دینی کام کرنا ہے اسے اپنا اجر اس سے لینا ہے جس کی مزدوری کر رہا ہے جس کا وہ کام کر رہا ہے جس نے دین پر چلنے کا حکم دیا ہے جس نے اسے علم دیا ہے جس نے اسے درجہ دیا ہے جس نے اسے منصب دیا ہے وہ کام اس کا کر رہا ہے اجر کی امید بھی اسے اس کی بارگاہ سے رکھنی ہے۔

یہ جو ہم مولویوں اور پیروں نے ایک طریقہ بنا لیا ہے کہ جو مرید زیادہ پیسے دے یا زیادہ خدمت کرے اسے زیادہ اچھا سمجھا جائے اور جو پیسے نہ دے یا جو غریب ہو فقیر ہو اپنا گزارا نہیں کر سکتا اسے پیر بھی گھاس نہیں ڈالتے قطعا" حرام ہے وہ شخص خود حق پر نہیں ہے دوسرے کی رہنمائی کیا کرے گا۔ یہ جائز ہی نہیں ہے کہ اسے پیر تسلیم کیا جائے۔ اس لئے کہ دین کا کام جو ہے اس کا اجر اس سے لے سکتے ہو جس کا کام کر رہے ہو فرمایا۔

و توکل علی الحی الذی لا یموت۔ میرے حبیبؐ اس پر بھروسہ کرو جو ہمیشہ زندہ موجود ہے جس پر کوئی موت اور فنا نہیں وہ مالک ہے خالق ہے جو ہر آن ہر جگہ موجود ہے اس پر بھروسہ کرو۔ **وسبح بحمدہ** اس کا ذکر کرتے رہو اس کی تسبیح بیان کرتے رہو اس کی پاکی بیان کرتے رہو۔

وکفی بہ بذ نوب عبادہ خبیرا" اگر کوئی آپؐ کی بات قبول نہیں کرتا اگر کوئی آپؐ کے ارشادات پر کان نہیں دھرتا اگر کوئی آپؐ کے خبردار کرنے کے باوجود گمراہی کی طرف جاتا ہے تو اس سے بھی الجھنا آپؐ کے ذمے نہیں ہے وہ خود اپنے بندوں کے گناہوں سے بھی بڑی اچھی طرح واقف ہے وہ جانتا ہے کہ کون کیا کر رہا ہے وہ خود ان سے بھی نپٹ لے گا۔ اس آیت کریمہ نے یہ بات بڑی واضح اور کھول کر بتا دی کہ مذہب دنیوی امور کے لئے نہیں۔ یہ الگ بات ہے کہ نیکی کرنے سے دنیوی پریشانیاں بھی کم ہوتی ہیں۔ لیکن یہ شرط نہیں ہوتی کہ عبادت کرنے سے میری صحت صحیح ہوگی۔

سب سے پہلے جنہوں نے اسلام قبول کیا جنہیں قرآن حکیم **السابقون الاولون** کہتا ہے کہ ساری دنیا پر سبقت لے گئے انہوں نے جب اسلام قبول کیا مکہ مکرمہ میں تو ان کو دنیوی فائدہ کیا ہوا جو کچھ پاس تھا وہ بھی گیا گھر بھی چھٹے مال جائیداد بھی گئی مار بھی پڑی اور انہیں تیرہ برس کا تکلیف دہ وقت گزارنا پڑا وہ انہی کا حوصلہ ہے۔ تو کیا وہ یہ کہتے تھے کہ معاذ اللہ جب ہم بتوں کی پوجا کرتے تھے ہم تو بہت چین سے تھے ہمیں اسلام سے کیا ملا ہم نے کلمہ پڑھا مصیبت میں پھنس گئے۔ اللہ کریم نے ہر انسان کے لئے انہیں معیار بنا دیا کہ دیکھو انہوں نے دنیا کے لئے اسلام قبول نہیں کیا اسلام میری رضامندی کے لئے قبول کیا اس پر دنیوی دولت دنیوی آرام اپنا خون نچھاور کر دیا قربان کر دیا اگرچہ بعد میں ان کی خاطر میں نے پورا جہان ان کے قدموں میں لا کر ڈھیر کر دیا لیکن انکی طلب کی شرط یہی ہے بھوک آئی انہوں نے برداشت کی بیماری آئی برداشت کی تکلیف آئی برداشت کی اور پھر وقت ایسا بھی آیا کہ ساری تکلیفیں کٹ گئیں دنیا مسخر ہو کر ان کے قدموں میں آ گئی۔ وہ دنیا کے حکمران تھے تب بھی ویسے ہی پر خلوص دیانت دار دین دار اور اللہ کے کھرے بندے تھے جیسے وہ مکی زندگی میں تکلیف کی حالت میں تھے۔

تو نبیؐ کا منصب عالی ان چھوٹی چھوٹی باتوں سے بہت بلند ہے۔ مولانا احمد علی لاہوریؒ کی ایک تقریر میں نے پڑھی اس میں ان کی بات مجھے بڑی پسند آئی انہوں نے بہت خوبصورت بات فرمائی فرمایا کہ دین دار سے جو دنیا طلب کرتا ہے اس کی مثال ایسے ہے جیسے کسی جوہری کی دکان سے کوئی مولیاں' پیاز خریدنا چاہے۔ اگر مولیاں' پیاز خریدنا ہے تو وہ تو سبزی والے سے مل جائے اور اللہ نے اگر تمہیں کسی ایسی جگہ پہنچا دیا ہے جہاں ہیرے بکتے ہیں تو کسی ہیرے پر ہاتھ رکھو کسی نگینے پر ہاتھ رکھو اس سطح کی بات کرو جو وہاں کے مطابق ہو۔

تو اب ہمارا یہ اندازہ کہ ہم نماز پڑھتے ہیں ہم ذکر کرتے ہیں ہم پر دنیوی بیماری نہیں آنی چاہئے دنیوی پریشانی نہیں آنی چاہئے تو میرے خیال میں ہم نے نماز کو ذکر الٰہی کو سرے سے سمجھا ہی نہیں ان کا اجر ان چھوٹی چھوٹی باتوں سے بہت بلند اور رضائے الٰہی کی صورت میں ہے کسی کو اگر اللہ کا قرب نصیب ہو کسی پر اللہ کریم راضی ہو جائیں کسی کی ہمیشہ کی اخروی زندگی سنور جائے تو اسے گوشت کی بجائے دال ملنے سے کیا فرق پڑے گا۔ ہم آخر دنیوی آسائشیں حاصل کرنے کے لئے کتنی تکلیفیں برداشت کرتے ہیں دو وقت کی روٹی کے لئے ہم کتنی محنت مشقت کتنی تکلیف اٹھاتے ہیں دنیا کے کتنے سفر کرتے ہیں دنیا کے فائدے کے لئے گھر چھوڑ دیتے ہیں راحت چھوڑ دیتے ہیں رات دن مزدوری کرتے ہیں کہ کھانا آرام سے مل جائے جب کہ وہ چند روزہ ہوتا ہے۔

اور اس کے مقابلے میں ابدی زندگی کے لئے کچھ کرنا پڑے تو آپ خود انصاف کیجئے کہ کتنا خلوص اور کتنی محنت سے کرنا چاہئے کہ وہ کتنی لمبی کتنی حقیقی اور کتنی ابدی زندگی ہے اور حضورؐ کا منصب عالی یہ ہے کہ جس کسی نے آپؐ کی اطاعت کر لی تو وہ دو عالم کو پا گیا۔ یہی آپؐ کی اطاعت کا نصیب ہو جانا ہی بجائے خود بہت بڑا انعام ہے کہ کسی کو حضورؐ کی غلامی نصیب ہو جائے۔ یہ بجائے خود ایک انعام ہے اللہ کریم کا۔ اتنی بڑی دولت ہے کہ دو عالم کی کوئی دولت اسکا مقابلہ نہیں کر سکتی۔ پھر ہم انسان ہیں فرشتے بھی نہیں ہے غلطیاں ہوتی ہیں قصور ہوتے ہیں لیکن یاد رکھیں غلطی کا ہو جانا اور بات ہے غلطی کو ہمیشہ کے لئے اپنا لینا یہ اور بات ہے بحیثیت انسان خطا ہوجائے تو اس پر دکھ ہونا چاہئے اللہ کی طرف رجوع کرنا چاہئے اللہ سے مغفرت طلب کرنی چاہئے اللہ سے بخشش طلب کرنا چاہئے وہ اتنا کریم ہے کہ اسے زیب ہی نہیں دیتا کہ کسی مانگنے والے کا ہاتھ خالی لوٹا دے اس کی شان کے خلاف ہے کوئی اسے واپس نہیں کرتا سچ یہ ہے کہ ہم خلوص دل سے اس کی بارگاہ میں حاضر نہیں ہوتے اللہ کریم ہمیں اس کی توفیق عطا فرمائے۔

نبی اکرمؐ کے معاشی نظام کی خصوصیات

ڈاکٹر لیاقت علی خان نیازی

۱۔ معاش اور دین کا تعلق

اسلام کے معاشی نظام کی سب سے اولین بنیاد یہ ہے کہ اسلام میں معاشی سرگرمیاں مذہب و اخلاق سے جدا نہیں بلکہ اسلامی نقطہ نگاہ سے معاش دین کا ایک حصہ ہے۔ اسی لئے قرآن حکیم مال کو خیر اور معاش کو فضل اللہ کے الفاظ سے تعبیر کرتا ہے۔ ارشاد ربانی ہے: اے ایمان والو! جب جمعہ کے دن کے لئے اذان دی جائے تو تم اللہ کے ذکر کی طرف دوڑو اور لین دین چھوڑ دو۔ یہی تمہارے لئے بہتر ہے اگر تم جانتے ہو۔ پھر نماز ختم ہو جائے تو تم زمین پر پھیل جاؤ اور اللہ کا فضل تلاش کرو اور اللہ کا ذکر کثرت سے کرتے رہو تاکہ تم فلاح پاؤ۔ (الجمعہ ۲۰۲) قرآن حکیم میں مسلمانوں کا کردار یوں بیان کیا گیا ہے۔ وہ لوگ جنہیں کاروبار اور خرید فروخت اللہ کے ذکر اور نماز سے غافل نہیں کرتے (النور: ۳۷) حقیقت یہ ہے کہ اسلام معاش کو دین اور مذہب سے الگ نہیں کرتا بلکہ معاشی قوانین کو مذہب و اخلاق کی حدود میں رکھتا ہے اسلامی معاشیات کا انداز اخلاقیات ہے۔

۲۔ حلال اور حرام کی تمیز

اسلام کے نقطہ نظر سے ہر مفید چیز جائز و حلال اور ہر ناپاک چیز و ناجائز حرام ہے۔ قرآن حکیم میں ارشاد ہوتا ہے۔ لوگو! زمین میں جو کچھ ہے اس میں سے حلال و پاکیزہ کھاؤ۔ (البقرہ:۱۶۸) آپ کا ارشاد ہے کہ "بہترین عمل حلال روزی کمانا ہے"۔ ایک دوسری حدیث میں فرمایا کہ "رزق حلال کی تلاش ایسے ہے جیسے خدا کی راہ میں جہاد و قتال ہے اور رزق حلال کی تلاش میں تھک کر رات کو سو جانے والے سے اللہ راضی ہے"۔ اس کے برعکس حرام روزی کے بارے میں فرمایا کہ "حرام روزی سے پرورش پایا ہوا گوشت دوزخ کی آگ میں ڈالے جانے کا زیادہ مستحق ہے"۔ نیز آپ نے فرمایا کہ "حرام خور کی دعا قبول نہیں ہوتی"۔

۳۔ اسلام میں معاشی جد و جہد کا مقام

حضور نبی کریمؐ نے کسب حلال کو فریضہ بعد الفریضہ یعنی عبادت کے بعد سب سے بڑا فرض قرار دیا ہے۔ ارشاد ربانی ہے۔ البتہ ہم نے تمہیں زمین میں جگہ دی اور اس میں تمہارے لئے معاش مہیا کیا۔ (الاعراف: ۱۰) اسلام اس حقیقت کو اجاگر کرنے کے بعد کہ تمام زمین اور پوری کائنات کی نعمتیں اللہ تعالیٰ نے انسان کے لئے پیدا کی ہیں' انسان کو کسب حلال کے لئے جد و جہد کی ترغیب دیتا ہے۔ حضور نبیؐ نے فرمایا کہ بے کار بیٹھے رہنا مومن کے شایان شان نہیں اور نہ یہ اسے

ایک حدیث میں فرمایا: صنعت و حرفت سے روزی کمانا انسان پر فرض ہے۔ روزی کمانے کی جدو جہد میں مغموم و متفکر رہنا بعض گناہوں کا کفارہ ہے۔ امام ابن تیمیہ متعدد فقہا کے حوالے سے لکھتے ہیں کہ جس طرح جہاد فرض کفایہ ہے۔ اسی طرح صنعت و حرفت کا قیام بھی فرض کفایہ ہے کیونکہ ان کے بغیر معاش کی تکمیل ممکن نہیں ہے۔

زیب دیتا ہے کہ ہاتھ پر ہاتھ دھرے بیٹھا رہے اور صرف دعا مانگتا رہے کہ اے اللہ مجھے رزق عطا کر بلکہ دعا کے ساتھ عملاً بھی جد و جہد لازم ہے کیوں کہ تم جانتے ہو کہ آسمان تو سونا چاندی نہیں برساتا۔ ایک دوسری حدیث میں حضور اکرمؐ نے فرمایا کہ گداگری عزت و ناموس پر بدنما داغ ہے۔ گداگر کے چہرے پر قیامت کے روز گوشت نہیں ہوگا۔ ایک اور حدیث میں فرمایا کہ قیامت کے روز گداگری کا داغ چہرے پر لے آنے سے بہتر ہے کہ تم کام کرو۔ حدیث شریف میں یہ بھی آتا ہے کہ رسی اور کلہاڑی لے کر جنگل سے لکڑیاں کاٹ کر لانا اور فکر معاش کرنا اس سے ہزار درجہ بہتر ہے کہ لوگوں کے سامنے دست سوال دراز کیا جائے کیوں کہ مانگنے والے کو دینا یا نہ دینا لوگوں کے اختیار میں ہے مگر محنت کرنے والا لازماً روزی حاصل کرلیتا ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے جو کچھ زمین میں ہے اس میں سے حلال و پاکیزہ کھاؤ (البقرہ) دوسری جگہ فرمایا دنیا سے اپنا حصہ لینا بھول نہ جاؤ۔ (القصص) حضور نبیؐ نے رزق حلال کی ترغیب دیتے ہوئے فرمایا "نیک آدمی کے لئے اچھا مال کیا ہی اچھی چیز ہے"۔ آپؐ نے یہ بھی فرمایا کہ "نماز فجر کی ادائیگی کے بعد رزق تلاش کیا کرو اور غفلت کی نیند نہ سوتے رہو"۔ نیز فرمایا کہ "دنیا کی شرافت مالداری اور سخاوت ہے" اور عقبیٰ کی شرافت تقویٰ و پرہیز گاری ہے"۔ ایک اور حدیث میں فرمایا کہ صنعت و حرفت سے روزی کمانا انسان پر فرض ہے۔ یہ بھی فرمایا کہ روزی کمانے کے جد و جہد میں مغموم و متفکر رہنا بعض گناہوں کا کفارہ ہے۔ ہمارے فقہاء کے حوالے سے لکھتے ہیں کہ جس طرح جہاد فرض کفایہ ہے۔ اسی طرح صنعت و حرفت کا قیام بھی فرض کفایہ ہے کیوں کہ ان کے بغیر معاش کی تکمیل ممکن نہیں ہے۔

۴۔ تجارتی ضابطہ اخلاقیات

اسلام کا معاشی نظام دنیا کے تمام اقتصادی نظاموں میں اس لحاظ سے ممتاز ہے کہ اس نے تجارتی کاروبار کے لئے ایک ضابطہ اخلاق مقرر کیا ہے۔ اسلام میں تجارت اور لین دین کی بنیاد باہمی رضا مندی پر ہے۔ قرآن حکیم میں ارشاد ہوا ہے۔ اے ایمان والو! آپس میں ایک دوسرے کے مال کو ناحق طور پر نہ کھاؤ۔ ہاں اگر باہمی رضا مندی سے تجارت ہو تو درست ہے۔ (النساء ۲۹) اسلامی تجارت کا دوسرا اصول دیانتداری ہے۔ تجارت کو فروغ دینے کے خفیہ ہتھکنڈے مثلاً ناپ تول میں کمی، معاملے پر معاملہ، وعدہ خلافی، خیانت اور بد دیانتی وغیرہ اختیار کرنا جائز نہیں۔ حضور نبیؐ نے فرمایا کہ "سچ بولنے والا ایماندار تاجر قیامت کے روز نبیوں صدیقوں اور شہیدوں کے ساتھ ہوگا"۔ اسلامی تجارت کا تیسرا اصول یہ ہے کہ جس چیز کی خرید و فروخت کی جائے وہ فی نفسہ جائز و حلال ہو۔ حرام اشیاء مثلاً شراب اور مردار وغیرہ کی تجارت جائز نہیں۔ شراب کی

ممانعت کا حکم آیا تو بعض لوگ جو شراب کی تجارت کرتے تھے اسے فروخت کرنے کی اجازت چاہی تو حضورؐ نے فرمایا کہ اب شراب حرام کر دی گئی ہے اور اس کی قیمت بھی"۔ یہی حکم دوسری اشیاء کے لئے ہے۔ اسلامی تجارت کا ایک اہم اصول احتکار یعنی ذخیرہ اندوزی کی ممانعت ہے۔ حضورؐ احتکار کے مرتکب پر لعنت بھیجی ہے۔ اسلامی تجارت کا ایک اصول یہ بھی ہے کہ ہر وہ ذریعہ جس سے بغیر محنت کسی ایک فریق کو فائد پہنچتا ہو ناجائز ہے مثلاً" جوا وغیرہ کی تمام صورتیں ناجائز ہیں کیوں کہ اس طرح معاشرے میں انتشار و اضطراب پیدا ہوتا ہے۔ اسلامی تجارت کا ایک اہم اصول تاجروں کا اعلیٰ کردار کا حامل ہونا ہے۔ اسلام چاہتا ہے کہ تاجر ایسے اخلاق و کردار کا مظاہرہ کریں جس سے دوسرے متاثر ہوں۔

۵۔ حرمت سود

ارشاد باری تعالیٰ ہے۔ اے ایمان والو! سود کو کئی گنا بڑھا چڑھا کر نہ کھاؤ اور اللہ سے ڈرتے رہو تاکہ تم فلاح پاؤ۔ قرآن حکیم نے تجارت کو حلال اور سود کو حرام قرار دیا ہے فرمایا اللہ نے تجارت کو حلال اور سود کو حرام قرار دیا ہے۔ (البقرہ : ۲۷۵) پس اگر تم ایسا نہ کرو گے تو اللہ اور اس کے رسول کی طرف سے جنگ کے لئے تیار ہو جاؤ (البقرہ ۲۷۹) جو لوگ سود کھاتے ہیں نہ کھڑے ہو سکیں گے مگر اس طرح جیسے شیطان نے چھو کر خبطی بنا دیا ہو۔ (البقرہ ۲۷۵) حضور نبیؐ نے سود لینے والے سود کا کاغذ لکھنے والے اور سود کے گواہوں سب پر لعنت فرمائی ہے اور ان سب کو گناہ میں برابر شمار کیا ہے۔ آپ نے سود سے بچنے کی اس حد تک تلقین فرمائی ہے کہ قرض خواہ کو قرض دار سے ہدیہ لینے سے بھی منع فرمایا ہے۔

۶۔ ارتکاز زر کی ممانعت

اسلام دولت کی گردش کا قائل ہے اور ارتکاز زر یعنی دولت کے چند ہاتھوں میں جمع ہو جانے کی سختی سے مخالفت کرتا ہے۔ قرآن حکیم کا ارشاد ہے کہ: تاکہ دولت پھر کر تمہارے مالداروں کے پاس ہی نہ رہے۔ (الحشر ۷) حضورؐ کا ارشاد ہے کہ مال کو مقررہ حصوں میں کتاب اللہ کے مطابق تقسیم کرو۔ ارتکاز زر کو روکنے کے لئے اسلام نے مندرجہ ذیل اقدامات تجویز کئے ہیں۔

زکوٰۃ اسلام کا ایک اہم رکن اور ضروری عبادت ہے ہر صاحب نصاب مسلمان یعنی جس کے پاس خاص مقدار میں مال سال بھر جمع رہے اس پر فرض ہے کہ وہ اس میں چالیسواں حصہ بطور زکوٰۃ ادا کرے۔ زکوٰۃ کے مصارف قرآن حکیم میں مذکور ہیں اور یہ محتاج، مصیبت زدہ معذور اور معاشرے کے گرے پڑے لوگوں کو ادا کرنا ہوتی ہے۔ یہ کوئی خیرات نہیں بلکہ فقراء و مساکین کا حق ہے جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے۔ ان کے مالوں میں سائل اور محروم کا حق ہے۔ ارتکاز زر کو مزید روکنے کے لئے اسلام نے صدقات مقرر کئے ہیں۔ مثلاً" صدقہ فطر عید الاضحی کی قربانی عقیقہ نذر وغیرہ۔ ارتکاز زر کے سدباب کے لئے اسلام نفلی صدقے کی بھی ترغیب دیتا ہے۔ قرآن سنت میں انفاق فی سبیل اللہ کی بہت ترغیب دی گئی ہے۔ ان تمام اقدامات کے بعد اسلام ارتکاز زر کو ختم کرنے کے لئے عفو یعنی ضرورت سے زائد مال کو خرچ کرنے کی ترغیب دیتا ہے۔ قرآن حکیم میں ارشاد ہے۔ (اے نبیؐ) لوگ آپ سے پوچھتے ہیں کہ کیا خرچ کریں؟ آپؐ کہہ دیجئے کہ جو کچھ بچ رہے۔

عفو کا تصور: بعض علماء اسلامی معیشت وان "العفو" کو انفاق فی سبیل اللہ کی بنیاد قرار دیتے ہیں۔ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ ایک شخص نے عرض کی یارسول اللہ میرے پاس دینار ہے آپ نے فرمایا! اسے اپنی ذات پر خرچ کر لو۔ اس نے

حکومت اپنی تمام رعایا کو بنیادی ضروریات زندگی لازماً" فراہم کرے حضور نبیؐ نے فرمایا جس کا کوئی والی نہ ہو حکومت اس کی والی ہے۔

عرض کیا میرے پاس اس کے علاوہ بھی ہے۔ آپ نے فرمایا! اسے اپنے اہل و عیال پر خرچ کر لو۔ اس نے عرض کیا میرے پاس اور بھی ہے۔ آپ نے فرمایا! اپنے والدین پر خرچ کر لو۔ اس نے عرض کیا میرے پاس اور بھی ہے۔ آپ نے فرمایا! یہ تمہاری صوابدید پر ہے (بخاری) حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبیؐ نے ارشاد فرمایا! جب تم میں سے کوئی تنگ دست ہو تو اپنے خرچ کا آغاز اپنی ذات سے کرے۔ اگر اس کے پاس اپنی حاجات سے زیادہ ہو تو اپنے خرچ کا آغاز ان افراد سے کرے جن کی کفالت اس کے ذمہ ہو۔ پھر اگر اس کے پاس اب بھی بچ جائے تو دوسروں کو صدقہ دے۔ ایک شخص نبیؐ کی خدمت اقدس میں انڈے کے برابر سونا لے کر حاضر ہوا اور عرض کرنے لگا اے اللہ کے رسول! اسے میری طرف سے صدقہ میں قبول کیجئے۔ اللہ کی قسم! اس کے سوا میرے پاس کچھ بھی نہیں۔ آپؐ نے اس سے اعراض فرمایا۔ وہ آپؐ کی داہنی طرف سے آیا اور اپنا سوال دہرایا۔ آپ نے اعراض فرمایا۔ وہ پھر آیا اور اپنا سوال دہرایا۔ آپ نے منہ پھیر لیا۔ جب اس نے پھر اپنا سوال دہرایا تو آپ نے غصہ میں فرمایا! لاؤ۔ آپ نے وہ سونا پکڑ کر اس شخص کی طرف اتنے زور سے چلایا کہ اگر وہ اسے لگ جاتا تو اسے زخمی کر دیتا۔ پھر آپ نے فرمایا تم میں کوئی ایک اپنا سارا مال صدقہ کرنے کے لئے لے آتا ہے اور بعد ازاں خود لوگوں کی طرف للچائی ہوئی نظروں سے دیکھتا ہے۔ صدقہ تو وہی اچھا ہے جو غناء کے ہوتے ہوئے دیا جائے۔ (امام طبری رحمتہ اللہ علیہ لکھتے ہیں) ان روایات کی روشنی میں یہ بات واضح ہے کہ نبیؐ نے اپنی امت کو صدقہ کرنے کی ترغیب صرف ان کے ضرورت سے زائد اموال میں سے دی ہے اور زائد مال ہی کو "العفو" کہا جاتا ہے۔ کلام عرب میں "العفو" کا حکم زکوٰۃ کے علاوہ ہے۔ زکوٰۃ ایک مالی فریضہ ہے جبکہ "العفو" ایک مالی ترغیب ہے۔ مگر یہ ترغیب ہے۔ مگر یہ ترغیب اسلام کے عادلانہ نظام تقسیم دولت میں شاہ کلید کا درجہ رکھتی ہے۔ جس کے ذریعہ گردش دولت کی راہیں کھل سکتی ہیں۔

۷۔ اسراف و تبذیر کی ممانعت

قرآن حکیم میں ارشاد ہوتا ہے۔ کھاؤ پیو اور فضول خرچی نہ کرو۔ (الاعراف:۳۱) اور بے جا خرچ نہ کرو۔ بے شک بے جا خرچ کرنے والے شیطان کے بھائی ہیں۔ (الاسراء۲۶۔ ۲۷) حضور نبیؐ کا ارشاد ہے کہ "جو شخص جائز ضروریات پوری کرنے کے لئے محنت کرتا ہے وہ اللہ کی راہ میں کام کرتا ہے اور جو شخص آن کے لئے دولت کماتا ہے وہ شیطان کی راہ پر کام کرتا ہے"۔

۸۔ عدل اجتماعی

عدل اجتماعی سے مراد یہ ہے کہ حکومت اپنی تمام رعایا کو بنیادی ضروریات زندگی لازماً" فراہم کرے۔ حضور نبیؐ نے فرمایا جس کا کوئی والی نہ ہو حکومت اس کی والی ہے"۔

۹۔ انفرادی ملکیت و تصرف

اسلام کے تصور ملکیت کی رو سے تمام کائنات کا مالک حقیقی صرف اللہ تعالیٰ ہے لیکن معاملات زندگی کے لئے انسان کو محدود انفرادی ملکیت کا حق و تصرف دیا گیا ہے۔

امت مسلمہ اور جہاد

اگر مسلمانوں پر ڈھائے جانے والے مظالم کا سرسری جائزہ لیا جائے تو دنیا کی تمام کفریہ طاقتیں مسلمانوں کو ختم کرنے کے لئے ہمہ وقت تیار نظر آتی ہیں۔ ایک طرف تو سربیا کے عیسائی غنڈے اپنے آباؤ اجداد کے نقش قدم پر چلتے ہوئے بوسنیا کے نہتے مسلمانوں پر طرح طرح کے مظالم ڈھائے جا رہے ہیں اور دوسری طرف ہنود و یہود بھی اپنے اسی مسلم کشی کے کام میں لگے ہوئے ہیں۔ روس کا کمیونسٹ بھیڑیا چیچنیا کے نہتے مسلمانوں کو مٹانے کا خواب پورا کرنے کے لئے وہاں کے مسلمانوں پر انسانیت سوز ظلم کر رہا ہے۔

ان تمام تر حالات کے باوجود آج ہم عالم اسلام کی مشکلات سے بے خبر اپنے ہی عیش و عشرت میں مگن ہیں اور مغربی تہذیب اور دنیا کی ان عارضی رنگینیوں میں کھو گئے ہیں اور ہمیں مسلمانوں کی آہ و بکا' ماؤں اور بہنوں کی لٹی ہوئی عصمتیں' معصوم بچوں کی درد بھری ہوئی دالخراش چیخیں اور بلبلاہٹ ٹس سے مس نہیں کرتی۔

آج کشمیر کو بھسم کر دیا گیا ہے۔ ہر طرف سرفروشوں کی لاشوں کے انبار نظر آتے ہیں۔ نوجوان اپنی بیویوں اور معصوم بچوں سے دور تشدد اور قید و بند کی صعوبتیں جھیل رہے ہیں اور اسی طرح افغانستان کے وسیع علاقے میں مسلمانوں کے خون سے ہولی کھیلی جا رہی ہے' بچے ماؤں کی گود میں سہمے ہوئے ہیں۔ ہر طرف آہ و بکا ہے۔ تباہی ہی تباہی ہے بربادی ہی بربادی ہے۔ اندھیرا ہی اندھیرا ہے اور تباہی و بربادی کے اس طوفان میں آگ اور خون کے اس ہیجان میں مظلوم نگاہیں آج مسلمانوں کو پکار پکار کر امداد کے لئے بلاتی ہیں۔ مگر مسلمان ہیں کہ خواب غفلت میں مدہوش' اور آزادی کے باوجود اپنے اذہان کی غلامی کی زنجیروں میں جکڑے ہوئے ہیں۔ یاد رکھو! مسلمانو! غفلت ایسا بڑا جرم ہے کہ قومیں گم ہو جایا کرتی ہیں۔ ان کا نام و نشان تک باقی نہیں رہتا۔

ذرا غور کیجئے۔ کیا یہ وہی ملت اسلامیہ نہیں ہے؟ جس کے دامن میں عمرؓ کی شجاعت' حیدر کرارؓ کا جذبہ' خالد بن ولیدؓ کی جرات ہے۔ طارق بن زیاد کا سا جہاد ہے۔ جس نے اندلس کے ساحل پر اپنے سفینے جلا دیئے تھے اور کہا تھا مجاہدو! مسلمان کی شان آگے بڑھنا ہے واپس جانا نہیں اور یہ ساری زمین ہماری ہے اس لئے کہ ہمارے رب کی ہے۔ کیا یہ وہی ملت اسلامی نہیں؟ جس کے دامن میں محمد بن قاسم کی انگڑائی ہے۔ سلطان ٹیپو کی وجاہت ہے۔

تو پھر کیوں فلسطین لٹ رہا ہے۔ کشمیر اور بوسینا

ہم انگریزوں کی غلامی سے نکل کر انگریزوں کے غلاموں کے غلام بن گئے جو ایک بد ترین غلامی ہے۔

کیوں جل رہا ہے اور تو اور پاکستان ہمارے اپنے گھر میں ظلم کی یہ ساری داستانیں نہیں دوہرائی جا رہیں۔ پاکستان کا یہ خطہ جس کو لاکھوں قربانیوں کے باوجود محض اس لئے حاصل کیا گیا۔ کہ یہاں صرف اللہ کی حکومت ہو گی۔ بندوں پر بندوں کی حکومت نہیں صرف اللہ کے قانون کی حکومت ہو گی۔ ہر شعبہ زندگی میں اسلام ہماری مشعل ہو گی۔ تو کیا ایسا ہوا۔ نہیں ہرگز نہیں۔ بلکہ ہم انگریزوں کی غلامی سے نکل کر انگریزوں کے غلاموں کے غلام بن گئے۔ جو ایک بدترین غلامی ہے۔

کیا ہماری عدالتیں' اسلام کے مطابق فیصلہ دیتی ہیں؟ کیا ہماری سیاست اسلامی ہے؟ کیا ہمارا تعلیمی نظام اسلام کے اصولوں سے ہم آہنگ ہے؟ کیا ہماری معیشت اسلامی اصولوں کی پابند ہے؟ کیا اس اسلامی ملک میں انصاف ملتا ہے؟ کیا اس اسلامی ملک کے حکمران اسلامی ہیں۔ کیا اس ملک کا قانون اسلامی ہے؟ کیا کسی شعبہ ہائے زندگی میں اسلام کے لئے کوئی گنجائش ہے؟ کیا اس اسلامی ملک میں اسلام پر پھبتیاں نہیں کسی جاتیں۔ کیا اس اسلامی ملک کے غیر اسلامی حکمران اس ملک کو بیچ بیچ کر نہیں کھا رہے اور یہاں سے جانے کی تیاریوں میں مصروف ہیں۔ کیا اس اسلامی ملک کے حکمران وہ لوگ نہیں جو اسلامی ملک میں پڑھتے نہیں۔ اس کا پانی نہیں پیتے اور غیر اسلامی ممالک سے تعلیم اور نشو و نما پا کر اس اسلامی ملک پر حکومت کرتے ہیں۔ کیا اس اسلامی ملک میں کسی کی جان مال اور عزت محفوظ ہے؟ کیا انصاف نام کی کوئی چیز ہے۔ اگر یہ سب کچھ نہیں ہے اور یقیناً نہیں ہے تو پھر پاکستان بنانے کی کیا ضرورت تھی؟ قربانیاں دینے کی کیا ضرورت تھی؟ لاکھوں مسلمانوں کو قتل کرانے کی کیا ضرورت تھی؟ ماؤں اور بہنوں کی عصمتیں تار تار کرنے کی کیا ضرورت تھی واہگہ سے لے کر کلکتہ تک ایک وسیع علاقے کو اللہ اکبر کی گونج سے محروم کرنے کی کیا ضرورت تھی۔ اگر پاکستان حاصل کر لیا گیا تھا تو اس کو انگریزوں کے پالتو کتوں کو دینے کی کیا ضرورت تھی؟

کیا اس اسلامی ملک کا کوئی اسلامی حکمران نہیں بن سکتا۔ بن سکتا ہے یقیناً بن سکتا ہے۔ کیا اس اسلامی ملک میں اسلام نافذ نہیں ہو سکتا ہے ہو سکتا ہے۔ یقیناً ہو سکتا ہے۔ جس طرح ہم نے پاکستان کے حصول کے لئے بیش بہا قربانیاں دیں تھیں اس طرح پاکستان میں نفاذ اسلام کے لئے تھوڑی سی اور قربانیوں کی ضرورت ہے مسلمانو! اٹھ کھڑے ہووٗ اور پاکستان میں اللہ کا قانون نافذ کرنے کے لئے ایک دفعہ پھر جان کی بازی لگا دو اور اس نام نہاد آزادی کو مکمل آزادی میں بدل دو۔ کچھ قربانیاں رہ گئی تھیں۔ ان کے پورا کرنے کا وقت آگیا ہے۔ جی کھول کر قربانیاں پیش کرو اور اپنی ذات سے لے کر پاکستان تک اسلام نافذ کر کے دم لو۔ کیا ہم اس گلشن کے وارث نہیں۔ جس کی کونپلیں توحید کے نام پر چٹکتی تھیں۔ نبوت کے نام پر ہنستی تھیں۔ شہادت کے نام پر دمکتی تھیں۔ شجاعت کے نام پر چمکتی تھیں۔ کیا ہماری نسبت ان مجاہدین اسلام سے نہیں ہے جو ہر روز موت کا دروازہ کھٹکھٹاتے تھے۔ جن کی زندگی میں صرف آج تھا کل نہیں۔ جو موت کا منظر اپنی آنکھوں کے سامنے دیکھ کر مسکراتا جانتے تھے۔ جن کی زندگی کا مقصد

نبیؐ نے فرمایا: اے مسلمانو! جب تم جہاد چھوڑ دو گے تو اللہ تم پر ذلت مسلط کر دے گا۔

اور ماٹو صرف یہ تھا "عزت کی زندگی کا مقصد یا عزت کی موت" جو شیر کی ایک دن کی زندگی کو گیدڑ کی ہزار سالہ زندگی پر ترجیح دیتے تھے۔ جو موت کو زندگی سے زیادہ محبوب سمجھتے تھے۔ جو زندگی اور موت کے معنی سمجھتے تھے۔ جو موت کی راہ دیکھا کرتے تھے۔

اے مسلمانوں یاد ہے کچھ گزرا ہوا دور بھی
کیا تجھے یاد ہے تو کیا تھا اور کیا ہو گیا
تھی اک دھوم دنیا میں تیرے اوصاف کی
درس زندگی پایا تجھ سے سبھی اقوام نے
سوچو تو سہی کل تک یہی کافر ہم سے مغلوب تھے

زخمی ہوا۔ جس سے اتنا خون نکلا کہ آپ کی ریش مبارک خون سے تر ہو گئی۔ وہ جہاد جس کے بارے میں اللہ پاک نے اس عظیم اور لاریب کتاب میں ۲۰۰ مرتبہ جہاد کا حکم دیا۔

آج ہم نے نبیؐ کے اس طریقے کو چھوڑ دیا۔ آج ہم صرف نماز' روزہ' تبلیغ' چلوں اور مراقبوں تک محدود ہو گئے اور ان سب کے محافظ جہاد سے جی چرا گئے۔ آج ہم نے جہاد کی مختلف تاویلیں نکالنا شروع کر دیں۔ آج ہم جہاد بالسیف کو بالکل بھول گئے جو مسلمانوں کی شان اور عظمت کا امین تھا۔ آج ہم نے نبیؐ کے اس طریقے کو چھوڑ دیا۔ جس کے بارے میں حضورؐ فرماتے ہیں کہ میں جہاد کے برابر کوئی عمل نہیں پاتا۔ اے اللہ کے بندو! امت مسلمہ پر ہونے والے مظالم کو کب تک برداشت کرتے رہو گے۔ ذلت و رسوائی کی زندگی کب تک بسر کرو گے۔ چھوڑو اس دنیا پرستی اور بے غیرتی کی زندگی کو اور جذبہ دے کر رہتے تھے۔ لیکن آج ہم اپنے ماضی سے یکسر پھر گئے۔ کافر اسی کفر پہ قائم ہے اور ہم بھی اسی اسلام پر۔ لیکن آج سبھی بزدل اور غلیظ کافر ہم پر شیر ہو گئے اور پوری دنیا سے اسلام کو مٹانے کے درپے ہیں۔ جہاں کہیں کسی خطے میں بھی دیکھیں مسلمان کا خون ہی گر رہا ہے' نبی پاکؐ نے فرمایا۔ اے مسلمانو! جب تم جہاد چھوڑ دو گے۔ تو اللہ تم پر ذلت مسلط کر دے گا۔

آج آپ بخوبی دیکھ سکتے ہیں۔ ہر جگہ مسلمان شہید ہو رہا ہے۔ ہر جگہ مسلمان ہی ظلم کی چکی میں پس رہے ہیں۔ لیکن آج مسلمانوں نے جہاد کو ترک کر دیا ہے۔ جس کے لئے نبی رحمتؐ نے ۹۰ مرتبہ صحراؤں کو عبور کر کے صحابہ کی جماعت کو بھیجا اور ۲۷ مرتبہ خود شریک ہوئے۔ آج ہم نے نبی رحمت کے اس طریقہ کو چھوڑ دیا وہ جہاد جس کے لئے میرے نبی کو اپنے رخ انور کو زخمی کروانا پڑا۔ وہ جہاد جس کے لئے میرے آقا نامدار صلعم کے دندان مبارک شہید ہوئے اور سر مبارک اور اتار دو اس بے غیرتی کے لبادے کو اور سرکفن ہو کر ایک دفعہ پھر اپنے اسلاف کی یاد تازہ کر دو۔

دعائے مغفرت

سلسلہ عالیہ کے ساتھی مہر محمد فاروق اختر بیجی (فیصل آباد) کی والدہ ماجدہ اور مختار احمد (رحیم یار خان) کی والدہ ماجدہ وفات پا گئیں ہیں ان کے لئے ساتھوں سے دعائے مغفرت کی درخواست ہے۔

ایثار

مولانا محمد اکرم اعوان

انسان مزاجاً اور ہر دور میں مفاد کا طالب رہا ہے اور دنیا میں جو شخص بھی عمل کرتا ہے اس کے پیش نظر مفاد حاصل کرنا ہوتا ہے۔ اللہ جل جلالہ نے انسان کو خبردار کیا ہے کہ تمہارے ساتھ اس عالم آب و گل میں اس عالم رنگ و بو میں شیطان بھی بستا ہے اور شیطان انسان کا پکا پکا دشمن ہے۔ اس کی دشمنی میں بھی کمی واقع نہیں ہوتی حتیٰ کہ اگر کوئی انسان اسی کی پرستش شروع کر دے خدا کو چھوڑ کر اس کو پوجنے لگے تو بھی یہ اس سے راضی نہیں ہوتا اس کے ساتھ بھی دشمنی کیے جاتا ہے کیونکہ یہ انسان کا دشمن ہے خواہ وہ کیسا بھی ہو اس کی بات مانتا ہو تو بھی یہ دشمنی کرتا ہے اس کی بات نہ مانتا ہو تب بھی یہ دشمنی کرتا ہے۔

اب اس کی دشمنی کا سب سے موثر ہتھیار جو ہے۔ وہ ہے **ینزغ بینھم** کہ یہ لوگوں کے درمیان ان کے مفادات کا ٹکراؤ پیدا کرتا ہے۔ ایک شخص کو یقین ہوتا ہے کہ میرا فائدہ اس طرح چلنے میں ہے دوسرے کو یقین ہوتا ہے کہ مجھے اس طرح جانے سے کچھ حاصل ہو گا۔ تو جب مفادات میں ٹکراؤ آتا ہے تو وہ دونوں اپنے اپنے راستے کو بہتر راستہ ثابت کرنے کی کوشش کرتے ہیں اور یہاں سے جھگڑا کھڑا ہو جاتا ہے۔

اللہ کریم نے اس لئے دین اسلام کا نام اسلام پسند فرمایا ہے **ورضیت لکم الاسلام دینا** کہ اس کے مادہ میں ہی مفاد پرستی ہٹ کر تسلیم و رضا کو رکھ دیا گیا ہے مسلمان کے پیش نظر مفاد پرستی نہیں ہو گی بلکہ سارے مفادات جو ہیں ان کو اللہ کی رضا پر اور اللہ کے دین پر اور حق پر نثار کر دیں اور یاد رکھیں قابل ذکر یا قابل تقلید وہ لوگ ہوتے ہیں جو کچھ دینا جانتے ہیں اور جو ساری عمر لینے پہ رہتے ہیں وہ مثالی انسان نہیں ہوتے ہماری اسلامی تاریخ کے ابتدائی زمانہ میں حضورؐ کی بعثت سے لے کر آپؐ کے وصال تک ہمیں صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ اجمعین کا جو کردار ملتا ہے وہ سراپا ایثار ہے یعنی جس بھی صحابی کا آپ ذکر خیر لے بیٹھیں گے تو آپ کو قدم قدم پر قربانیاں نظر آئیں گی ایثار نظر آئے گا دیتے ہوئے نظر آئیں گے۔ حتیٰ کہ چھوٹی چھوٹی باتوں میں مدینہ منورہ میں مسجد نبویؐ میں ایک مہمان آ گیا کاشانہ نبویؐ پر بھی اللہ کی رحمت تھی کھانے پینے کو کچھ نہیں تھا۔ تو جب کاشانہ نبوی پر کوئی مادی غذا موجود نہیں ہوتی تھی تو حضورؐ نمازیوں سے فرما دیا کرتے تھے کہ یہ اللہ کا مہمان ہے اسے کون لے جائے گا۔ تو کوئی جو پہلے لبیک کہہ لیتا اسے لے جاتا اور صحابہؓ ایک دوسرے پر سبقت

لے جانے کی کوشش کرتے۔ تو ایک صحابیؓ نے عرض کیا یا رسول اللہؐ میں اس کی خدمت کروں گا میں حاضر ہوں۔ تو وہ اسے ساتھ لے گئے مغرب بعد یا عشاء کے بعد رات کا وقت تھا۔ شام کا کھانا تھا۔ تو وہ صحابیؓ اپنے گھر سے تو خود بھی واقف تھے۔ بمشکل اپنے میاں بیوی کے لئے شاید چند لقمے ہوں گے۔ تو اسے بٹھا کر جب اندر گئے بیوی سے بات کی تو اس نے کہا کہ دو چپاتیاں پڑی ہیں ہم تو انہیں بانٹ لیتے کچھ بچوں کو دیتے کچھ خود لیتے درماندگی ہے تو آپ جس طرح مناسب سمجھیں تو انہوں نے کہا ایسا کرو چراغ مت جلاؤ چونکہ پیشتر گھر ایسے ہوتے تھے جن میں جلانے کو چراغ نہیں ہوتا ہے۔ تو ان کے ہاں اگر تھا بھی تو انہوں نے کہا چراغ مت جلاؤ بچوں کو سو جانے دو پھر اکٹھے مل کر کھانا کھائیں گے اور تم اور میں صرف منہ چلاتے رہیں گے ہاتھ کو برتن تک لے جائیں گے کھائیں گے کچھ نہیں کہ یہ اللہ کا مہمان ہے اور دو تو چپاتیاں ہیں تو اس کا پیٹ تو بھر جائے۔

یہ بظاہر تو بڑی چھوٹی سی بات ہے۔ کہ ایک وقت کے کھانے میں دو چپاتیاں تھیں چلو کچھ نہ کھایا مہمان کو دے دیں لیکن اس چھوٹی سی بات کے پیچھے اتنا جذبہ ایثار ہے اتنا خلوص ہے کہ خداوند کریم نے ان کے اس فعل سے نہ صرف نبی رحمتؐ کو بلکہ پوری امت مسلمہ کو اور قیامت تک کے لیے مطلع فرمایا۔

یوثرون علی انفسھم ولو کان بھم خصاصۃ۔ احتیاج رکھتے ہوئے ضرورت مند ہوتے ہوئے اپنی ضرورتوں کو تج دیتے ہیں اللہ کی رضا کے لئے اور ایثار کرتے ہیں۔

اور اس چھوٹے سے واقعہ کے سامنے ایک بہت بڑا واقعہ بھی ہے جو اسی مدینہ منورہ میں وقوع پذیر ہوتا ہے۔ سیدنا عثمان غنیؓ بہت عجیب و غریب شخصیت کے مالک تھے اور بہت نرالے اور انوکھے مزاج کے انسان تھے۔ حتیٰ کہ نبی رحمتؐ ان سے بے تکلفی نہیں فرمایا کرتے تھے اسقدر نازک مزاج انسان تھے کہ معمولی سی بے تکلفی برداشت نہیں کر سکتے تھے اور حدیث شریف میں موجود ہے اللہ کے رسولؐ فرماتے ہیں اس سے تو فرشتے بھی حیا کرتے ہیں یعنی ایک انسان کے مزاج کی لطافت کو دیکھیں کہ فرشتے تک مجبور ہیں اس کے سامنے بے تکلف بات نہیں کر پاتے۔ حسین و جمیل تھے۔ خوبصورت قد خوبصورت چہرہ خوبصورت دندان خوبصورت رنگ بہت میٹھی باتیں کرنے والے۔ بہت خوبصورت انسان تھے بہت **حلیم الطبع** اور نہایت باحیا تھے اور علم کے سمندر کان تھے علم کے۔

مخزن العلم والحلم والحیا۔ علم و بردباری ان میں کوٹ کوٹ کر بھری ہوئی تھی۔ یکے بعد دیگرے دو بیٹیاں نبی کریمؐ نے ان کے عقد میں دیں اور فرمایا اگر میری اور بیٹیاں ہوتیں اور اس طرح اٹھتی جاتیں میں عثمانؓ کے عقد میں دیتا وہ فنافی الرسول کے اس مقام پر فائز تھے کہ حدیبیہ کے مقام پر نبی رحمتؐ نے اپنے دست مبارک کو دوسرے دست مبارک میں دے کر عثمانؓ کی طرف سے اپنی بیعت کی اور فرمایا یہ ہاتھ عثمانؓ کا ہاتھ ہے اور یہ میں اپنے ہاتھ پر بیعت کرتا ہوں۔

اور نبی رحمتؐ کا وہ مقام ہے کہ آپ نے جو فرمایا

> اسلام یہ ہے کہ ذاتی مفاد کو قربان کر دو۔ ایثار کرو اللہ کی راہ میں کہ میرا نقصان ہوتا ہے ہو جائے دین کا نقصان نہ ہو۔ تو جھگڑا ختم ہو جاتا ہے۔

اسلام ایثار کا نام ہے۔ ذاتی مفادات کو قربان کرنا' اللہ کے دین کی احیاء کے لئے'
بقا کے لئے' لوگوں کی اصلاح کے لئے' یہ اپنی حیثیت ہے۔

حق فرمایا یعنی آپ کی کوئی بات کوئی ارشادِ رسولؐ جذباتی نہیں ہے حضورؐ اگر ناراض ہو گئے غصہ میں کچھ فرما دیا تو حق فرما دیا۔ ایسی بات زندگی بھر اللہ کے رسولؐ نے نہیں فرمائی جس پر حضورؐ کو معذرت کرنا پڑی ہو یا اس کی تصحیح کرنا پڑی ہو کہ بھائی میں نے غصے میں آکر جذبات میں آکر یہ کہہ دیا تھا یہ بات درست نہیں ہے اور اگر یہ بات ثابت ہو جائے تو سارے دین سے اعتماد اٹھ جاتا ہے کون سا حکم آپ نے جذبات میں نہیں دیا اس کی کیا دلیل ہے مذاق میں انسان ایسی باتیں کہہ جاتا ہے ہنسی ہنسی میں کہ جو حقیقت سے دور ہوتی ہیں لیکن نبی رحمتؐ نے زندگی بھر مذاق میں جو بھی بات فرمائی حق فرمائی۔ کسی حالت میں حضورؐ غصے میں ہوں حضورؐ شفقت فرما رہے ہوں حضورؐ مذاق فرما رہے ہوں۔ حضورؐ حکم دے رہے ہوں آپ کا کوئی حال ایسا نہیں ہے جس میں آپ نے کوئی بات فرمائی ہو اور وہ حق نہ ہو۔

اور یہ تو بڑا اہم معاملہ ہے بیعت اور ایک خصوصی بیعت لی جا رہی ہے ایک معرکے کے لئے ان لوگوں سے جو پہلے سے نہ صرف بیعت ہیں بلکہ جو عمریں نچھاور کر چکے ہیں گھر لٹا چکے ہیں اپنا آپ فنا کر چکے ہیں پھر ایک بار جب عہد لیا جاتا ہے تو حضورؐ فرماتے ہیں میرا یہ ہاتھ عثمانؓ کا ہاتھ ہے اور یہ حق ہے یعنی حضورؐ نے محض رسماً" نہیں فرمایا جو فرمایا حق فرمایا۔

ایک ایسا محتاط شخص جس نے لڑکپن میں حضورؐ کا ساتھ دیا جوانی میں ایمان لایا اور اس سے اوپر بیاسی یا چوراسی سال کی عمر میں شہید ہوا فرماتے تھے جب سے ملا بیعت ہوا ہوں تب سے لے کر اب تک وہ ہاتھ جو حضورؐ کے دست اقدس پر رکھا تھا شرم گاہ کو نہیں لگنے دیا اور یہ کتنی عجیب بات ہے کہ زندگی بھر اس ہاتھ کو اس طرح محفوظ رکھا گویا ابھی رسولؐ سے ہاتھ ملایا ہے یہ آسان بات تو نہیں ہے۔

اور نہایت وسیع النظر انسان۔ ایک شخص آپ کی مجلس میں آکر بیٹھا۔ تو آپ نے فرمایا لوگ اس حال میں مسجد نبوی میں چلے آتے ہیں کہ ان کی آنکھوں میں زنا کا اثر ہوتا ہے اس نے راستے میں کسی نامحرم عورت کو دیکھا تھا نگاہ پڑ گئی تھی۔ تو اس نے فوراً" عرض کی کہ کیا وحی الٰہی باقی ہے نبوت باقی ہے خدا خیر دیتا ہے فرمایا نہیں وحی ختم ہو چکی نبوت اپنے کمال تک پہنچ چکی۔ لیکن جو ارشادِ رسولؐ ہے۔

اتقو افراسته المومن انه ینظر بنور اللہ تعالیٰ مومن کی فراست سے ڈرو کہ وہ اللہ کے نور سے دیکھتا ہے اور وہ بہت دور تک دیکھتا ہے اور بہت گہرائی تک دیکھتا ہے اس نگاہ کا مالک انسان جو اللہ کے نور سے دیکھتا ہے اور پھر جس دن سے اسلام میں داخل ہوئے اس دن سے ایثار کرنا شروع کیا اور اسی ایثار پیشہ زندگی میں زندگی کو بھی ایثار کر دیا۔ ایک طرف تو وہ چھوٹی سی بات تھی دو چپاتیاں تھیں بظاہر چھوٹی ہے لیکن اتنی عظیم قربانی ہے کہ اس پر اللہ کی طرف سے ان کی تائید و تعریف اور مثال کے طور پر خداوند عالم پیش فرماتے ہیں۔ اتنا خلوص اتنا جذبہ ہے اس میں۔

اب اس طرف آئیے تو آپ کی قربانیوں اور ایثار کا شمار کسی مورخ کے بس کی بات نہیں قدم قدم پر ایثار ہے دولت کا اثر و رسوخ کا اپنے تعلقات تک کا۔ حتیٰ کہ

حدیبیہ کے مقام پر حضورؐ نے منتخب فرمایا۔ عثمان تمہارے بڑے تعلقات ہیں اہل مکہ کے ساتھ وہ تمہارا بڑا حیا کرتے ہیں تم جا کر ہماری طرف سے ان سے بات کرو یعنی آپ کے تعلقات بھی قربان ہوتے رہے دین حق کے مفاد میں اور احیائے سنت کے مفاد میں تو آپ نے جب مکہ مکرمہ میں ان سے بات کی' سفارت تو آپ کی کامیاب نہ ہو سکی۔ لیکن انہوں نے یہ کہا عثمان تم تو مکہ میں آ ہی گئے ہو۔ اب ہمیں اس بات سے حیا آتی ہے کہ تمہیں طواف سے منع کریں۔ تو جب تم شہر میں آ ہی گئے تو تم طواف بیت اللہ کر لو وہ کہنے لگے کہ نبی رحمتؐ تو حدیبیہ پہ تشریف رکھتے ہوں اور عثمان بیت اللہ کا طواف کرتا ہو ہمیں یہ کہاں سکھایا حضورؐ نے۔ آپ آگے ہوں گے عثمانؓ پیچھے چلے گا۔ یہ ممکن نہیں ہے کہ حضورؐ حدیبیہ میں ہوں اور عثمان یہاں طواف کر رہا ہو۔ حالانکہ طواف کرنا تو منع نہیں تھا۔ لیکن اس کو بھی نبی رحمتؐ کے قرب پر نچھاور کر دیا قربان کر دیا۔

اور پھر ایک وقت ایسا آیا جب روئے زمین کی تمام حکومتوں سے' سب سے بڑی' سب سے طاقتور حکومت حضرت عثمانؓ کے پاس تھی۔ یہ ایک تاریخی حقیقت ہے اس میں میری عقیدت کو دخل نہیں ہے عقیدت اپنی جگہ ہے لیکن حقائق اپنی جگہ پر ہوتے ہیں۔ اتنی بڑی سلطنت حضرت عثمانؓ کے زیر نگیں تھی اس زمانے میں کسی دوسرے حکمران کے پاس اتنی سلطنت نہیں تھی اور آپ کی فوجیں چین سے لے کر ہسپانیہ تک اور جنوبی افریقہ کے نصف براعظم تک مسلسل فتوحات پہ فتوحات حاصل کرتی چلی جا رہی تھیں۔ یعنی کوئی محض رقبہ ہی نہیں تھا اتنی بڑی قوت تھی اسلامی سلطنت کہ کوئی اس کی طرف آنکھ اٹھا کر دیکھنے کی جرات نہیں کر سکتا اور سمندر کی لہروں کی طرح جو موج اٹھتی تھی وہ مزید کناروں کو بڑھاتی چلی جاتی تھی۔ وسیع سے وسیع تر کرتی چلی جاتی تھی۔

کفر بھی نچلا نہیں بیٹھتا اور شیطان بھی کبھی خاموش نہیں رہتا تو شیطان نے ایک بڑا کاری وار کیا مسلمانوں پر اسلام پر دین برحق پر اور وہ ضرب یہ تھی۔ کہ اس نے اپنے کچھ لوگ ایسے پیدا کر دیئے۔ بنیادی طور پر یہود کی اور اسلام کی مخالف قوتوں کی سازش تھی ان کا خیال یہ تھا کہ محض بہتان تراشی کر کے ایک بغاوت کھڑی کی جائے اور کچھ لوگوں کو اس کے زیر اثر اتنے بڑے عظیم فرماں روا کے دارالخلافے پر حملہ کرنے کے لئے بھیج دیا جائے۔ نتیجہ بڑا واضح ہو گا کہ وہ مٹھی بھر لوگ یہ تیغ ہو جائیں گے ان لوگوں کے قتل کا خون جو ہے۔ وہ خلفائے رسولؐ کے دامن سے چپک جائے گا اور ہم یہ کہہ دیں گے کہ محمدؐ نے جب دنیا سے آنکھ بند کی تو پیچھے کوئی شریف آدمی نہیں چھوڑا بلکہ ڈاکو اور لٹیرے تھے اور ظالم تھے اور صرف فرق یہ پڑا کہ افراد بدل گئے قیصر و کسریٰ بدل گئے لیکن ان کی جگہ جو لوگ آئے وہ بھی ان ہی کی طرح جابر اور ظالم تھے۔ یہ مقصد تھا اس تحریک کا اور خدا نخواستہ اگر یہ بات بن جاتی تو اس سے بہت بڑی رکاوٹ دنیا میں نفاذ اسلام اور اسلام کی تبلیغ کے لئے کوئی دوسری نہیں تھی۔ جب یہ بات ثابت ہو جاتی جب یہ بات کھٹک جاتی ۔ یہ اگر صفحہ تاریخ پہ آ جاتی۔

کوئی دولت نہیں کھتا' بات نہیں کر سکتا لیکن اپنے آرام کو ہی قربان کر کے دین کے لئے سرگرداں رہتا ہے جو اس سے بن پڑے کرتا۔

کہ تم خلفائے راشدین جنہیں کہتے ہو وہ تو کسی کی بات برداشت نہیں کر پاتے تھے اگر کوئی لب کشائی کرتا تھا زبان کاٹ دیتے تھے اور یہی کام قیصرو کسریٰ بھی کرتے تھے تو افراد بدلے حکومتیں بدلیں حالات تو نہ بدلے۔

اور عجیب بات ہے کہ یہ قربانی بھی اسی عثمانؓ کے سامنے آئی جس نے ساری زندگی قربانیاں دی ہیں ساری زندگی ایثار کیا ہے کہ چند لوگ محض اعتراض جمع کر کے کیونکہ اسلام دور دور تک پھیل چکا تھا نو مسلم لوگ باقی تھے صحابہ کا عہد قریبا" ختم تھا یا اپنی آخری مرحلے میں داخل ہو چکا تھا اور بدر واحد کے سرفروش بڑھاپے کی سرحدوں میں تلواریں رکھ کر لاٹھیاں تلاش کر رہے تھے نئے نئے لوگ تھے پھر جو دور دراز تھے انہیں باقاعدہ طور پر زیر زمین ایک تحریک چلا کر یہ بات تعلیم دی گئی کہ یہ لوگ بڑے ظالم ہیں ان کا حق نہیں ہے عثمانؓ نے ناحق چھین رکھا ہے اور پھر یہ بات بھی ثابت ہوتی ہے کہ جو لوگ جانباز بنا کر مدینتہ الرسولؐ بھیجے گئے ان میں حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم کی طرف سے چالیس خطوط بھی پہنچائے گئے کہ میرے ساتھ بڑا ظلم ہو رہا ہے تم کیوں نہیں آتے۔ تو ایک تحریک حضرت عثمانؓ کے خلاف تھی ان لوگوں کے قتل کی صورت میں تمام خلفائے راشدین کے خلاف الزام کی صورت بنتی تھی جسے اس وقت سوچنے والوں نے سوچ رکھا تھا عام آدمی محسوس نہیں کرتا تھا عام آدمی محسوس کرتا تھا کہ ان لوگوں کو حضرت عثمانؓ سے شکایت ہے۔ اب اتنی بڑی عظیم سلطنت کا فرماں روا اور چند بے حیثیت لوگ اس پہ آکر اعتراض کرتے ہیں۔

تو طبریؒ میں موجود ہے اگر طبری کو ماخذ مانیں تو اس میں بھی موجود ہے کہ آپ نے ان کے اعتراضات کی فہرست بنا لی ان کو سنا اور فرمایا میں تمہیں اس طرح خاموشی سے جواب نہیں دوں گا یہ نہیں فرمایا کہ میرے خلاف بات کیوں کی ہے۔ اعلان فرما دیا جتنے صحابہ مدینہ منورہ میں موجود تھے سب کو مسجد نبوی میں جمع کیا اور لوگوں کو جمع کیا اور منبر رسول پر بیٹھ کر فرمایا یہ لوگ بصرے سے آئے ہیں کوفہ سے آئے ہیں اور مصر سے آئے ہیں اور ان کو میرے ذات پر یا میری حکومت پر میری خلافت پر یہ اعتراض ہیں دوسرے نمبر پر یہ اعتراض ہیں تیرے نمبر پر یہ اعتراض ہیں جو آٹھ یا دس بنتے تھے وہ آپ نے گنے اور ان لوگوں سے تصدیق کروائی یہی بات ہے انہوں نے کہا یہی بات ہے آپ نے سب کا ایک ایک کر کے جواب دیا اور صحیح صورت حال واضح فرمائی تو ان لوگوں کے پاس بولنے کے لئے کچھ نہ رہا کچھ نہیں کہہ سکتے تھے۔ تو آپ نے صحابہؓ کے مجمع پہ نگاہ کر کے پوچھا۔ جن میں حضرت علیؓ حضرت طلحہؓ حضرت زبیرؓ جیسے صاحب رائے لوگ بیٹھے تھے کہ اب تمہارا کیا خیال ہے انہوں نے کہا انہوں نے تو اسلام پر وار کیا ہے اور مسلمانوں کی وہ تلواریں جو چین سے لے کر افریقہ تک کفر کے خلاف برسرپیکار ہیں ان کا رخ ادھر سے موڑ کر آپس میں ٹکرانے کی کوشش کی ہے لہٰذا ان کی کم از کم سزا یہ ہے کہ ان سب کو یہاں قتل کر دیا جائے تاکہ آئندہ کوئی شخص یہ جرات نہ کرے اور جو لوگ یہ فتویٰ دے رہے تھے وہ اس پائے کے لوگ تھے کہ جنہیں یہ حق حاصل تھا کہ وہ فتویٰ دیا کرتے تھے رسولؐ کے زمانے میں بھی اور آپ کے بعد مدینتہ الرسول میں بھی۔

حضرت عثمانؓ نے فرمایا میں انہیں معاف کرتا ہوں اور صرف معاف نہیں کرتا یہ مصر کے گورنر کے تبدیلی چاہتے ہیں کہ پہلا گورنر ہٹا دیا جائے اس کی جگہ کوئی اور بنا دیا جائے جو یہ چاہتے ہیں میں اسے گورنر بنا دیتا ہوں اور اگر وہ درست رہے گا تو ٹھیک اگر غلطی کرے گا تو میں اس سے بات کروں گا۔ کہ جسے تم نے چاہا تھا وہ یہ کر رہا ہے تو آپ نے وہ بھی کر دیا۔

اور وہ لوگ مدینہ منورہ سے چلے گئے دوسرے

تیسرے چند دن بعد پھر مدینہ میں آگئے شورش برپا ہو گئی اب کیا ہوا کہ حضرت نے ہمیں رچھٹی دی کہ گورنر تبدیل کر دیں گے دوسرے طرف قاصد بھیج دیا کہ جب یہ مصر پہنچیں تو انہیں قتل کر دو ان کے وجودوں کو سولیوں پہ لٹکا دو ان کے ہاتھ اور پاؤں کاٹ دو تو جناب یہ حال ہے ہم نے رچھٹی پکڑ لی ہے قاصد پکڑ لیا ہے۔

تو طبری میں ایک بڑا مزے دار سوال موجود ہے حضرت علی کرم اللہ وجہ الکریم کا انہوں نے فرمایا کہ مصر کے جانے والوں نے یہ قاصد پکڑ لیا یہ بات تو سمجھ میں آ گئی قاصد پکڑ لیا اور واپس آگئے اب مدینہ منورہ سے مصر اور کوفہ اور بصرہ مخالف سمتوں میں ہیں بصرہ اگر اس طرف کو ہے تو مصر اس سمت کو ہے شمال مغرب میں ہے اور تم لوگ شمال مشرق یعنی مخالف سمتوں کو جا رہے تھے۔ وہ زمانہ ٹیلی فون کا نہیں تھا۔ وہ زمانہ ریڈیو ٹی۔ وی کا نہیں تھا تو تم سفر مختلف سمتوں کو کر رہے تھے قاصد مصر والوں نے پکڑا تو تم سب کیسے واپس آگئے تمہیں کیسے خبر ہو گئی۔

یہی آپ کا سوال اس بات پہ دلالت کرتا تھا کہ تم یہ منصوبہ مدینہ سے بنا کر گئے ہو۔ تم نے خود کسی غلام کو یا کسی آدمی کو رشوت دے کر یا لالچ دے کر ساتھ ملایا۔ تم نے جعلی مہر بنوا کر اس پر لگوائی کیونکہ جب حضرت عثمانؓ سے بات ہوئی تو انہوں نے فرمایا میں اس کی قسم دے کر کہتا ہوں جس کے قبضہ قدرت میں ساری کائنات ہے کہ نہ میں اس بات سے واقف ہوں نہ میں نے یہ حکم دیا ہے نہ میں نے مہر لگائی ہے نہ میں نے یہ رچھٹی لکھوائی ہے نہ میں نے یہ قاصد بھیجا ہے اور نہ میں اس بات سے واقف ہوں کہ یہ کس کی سازش ہے۔

طبری میں موجود ہے کہ وہ لوگ حضرت علیؓ سے کہتے ہیں کہ آپ نے ہمیں رچھٹیاں لکھ کر بلوایا اب آپ عثمانؓ کی حمایت کرتے ہیں اور ہماری قیادت نہیں کرتے تو حضرت علیؓ نے فرمایا "اللہ کی قسم میں نے تجھے کوئی رچھٹی نہیں لکھی"۔ جن کے پاس حضرت علیؓ کے جعلی خطوط (اسی صفحے پر موجود ہیں) پہنچے تھے تو ان کے پاس ایک جعلی خط حضرت عثمانؓ کی طرف سے پہنچا دینا بھی انہی لوگوں کا کارنامہ ہے۔

حضرت عثمانؓ اللہ کے نور سے دیکھنے والے انسان تھے اور ان کی نگاہ صدیوں دور تک دیکھ رہی تھی وہ دیکھ رہے تھے کہ ان کا قتل بطور الزام خلافت راشدہ کے گلے میں ڈال دیا جائے گا اور لوگ کہیں گے کہ نبی رحمتؐ کے وصال کے بعد جو لوگ رہ گئے وہ جابر و قاہر حکمران تھے وہ خلفائے رسولؐ نہیں تھے۔

اب اس داغ کو کیسے دھویا جائے اس کے لئے شاید حکومت چلی جائے اس کے لئے شاید اس سے کچھ زیادہ دینا پڑے تو حضرت عثمانؓ کو یہ الزام دھونے کے لئے نہ صرف حکومت و سلطنت بلکہ چوراسی سالہ وجود کے بھی ٹکڑے کروانے پڑ گئے اور وہ آنکھیں جن سے

> کسی کے پاس دولت ہے۔ اللہ نے اسے حلال کا رزق دیا ہے تو وہ اسے عیش کرنے کے بجائے اسے ضائع کرنے کے اپنی عیش کو روک کر اسے قربان کر کے اللہ کے دین کے لئے کام کرتا ہے۔

فرشتے حیا کرتے تھے اور وہ وجود جو حضورؐ کو محبوب تھا جس کے حسن پر حضورؐ نے فخر فرمایا۔ جگر گوشہ رسول اور حضرت عثمانؓ نے جب ہجرت کی حبشہ کو پہلی ہجرت تو آپ نے اپنی بیٹی اور حضرت عثمانؓ کو دیکھ کر فرمایا کہ دنیا میں کوئی دوسرا ایسا جوڑا نہیں ہے اور حضورؐ جو فرماتے تھے حق فرماتے تھے۔ کوئی میاں بیوی ' اتنے حسین و جمیل نہیں ہوں گے اتنے نیک ہوں اتنے متقی ہوں اتنے اللہ کو محبوب ہوں۔ اللہ کے رسولؐ کو اتنے محبوب ہوں ایسا کوئی دوسرا جوڑا اس وقت روئے زمین پر نہیں ہے۔

اور پھر اس شخص کے پاس اتنی طاقت تھی اتنے وسائل تھے کہاں چین ہے اور کہاں افریقہ۔ وہاں تک صرف اس کا تسلط نہیں تھا بلکہ بحیثیت فاتح اس کی افواج بڑھ رہی تھیں۔ چند سو لوگ ہزاروں بارہ سوہوں یا اٹھارہ سوہوں ان کی حیثیت کیا ہے جو صحابہؓ مدینہ منورہ میں موجود تھے انہوں نے قسمیں دے دے کر کہا آپ ہمیں اجازت دے دیجئے۔ ہم ان سے نبٹ لیں گے یہ بات درست نہیں ہے کہ مدینہ میں موجود ہی نہیں تھے صحابہؓ۔ موجود تھے حضرت زبیرؓ موجود تھے حضرت علیؓ موجود تھے۔ آپ نے فرمایا جو شخص تلوار نیام سے باہر نکالے گا میں اس کا ذمہ نہیں لیتا۔ میرا اس کے ساتھ کوئی تعلق نہیں ہے اور اتنے تو آپ کے ذاتی خادم بھی تھے جو ان سے لڑ سکتے تھے انہیں بھی حکم نہیں دیا حتیٰ کہ متعدد روایات ہیں بعض تیس دن کی بعض چالیس دن کی۔ طبری میں بھی موجود ہیں۔ چالیس دن تک مسلسل محصور گھر میں بیٹھے رہے اور چالیس دن میں کسی بھی باڈر سے فوج واپس لائی جا سکتی تھی۔ کسی بھی دوسرے شہر سے فوج بلائی جا سکتی تھی۔ کسی بھی گورنر سے بلائی جا سکتی تھی۔ چالیس دن تو بڑے ہوتے ہیں۔ وہاں تو کسریٰ سے لڑنے والے لشکر کو لے کر خالد پندرہ دن میں قیصر کے مقابلے پر پہنچ گئے۔

جس دور میں کوئی صوفی ہوتا ہے اس زمانے کے لوگوں کے کردار اس کی زندگی سے متاثر ہوتے ہیں۔ اور یہ اثرات پھیلتے جاتے ہیں آپ کو زندگی پورے ماحول کو مدِّنظر رکھتے ہوئے بسر کرنی چاہیئے۔ اپنے کردار میں، گفتار میں، سونے اور جاگنے، کھانے اور پینے، زندگی کے معمولات میں وہ انداز بیان کریں۔ جو آپ دوسروں میں دیکھنا چاہتے ہیں۔ وہ انداز جو آپ میدان حشر میں رب العالمین یا بارگاہ نبوت کے سامنے پیش کرنا چاہتے ہیں۔

(حضرت مولانا محمد اکرم)

تو مدینہ طیبہ نہیں پہنچ سکتے تھے تو مدینہ طیبہ میں پتہ ہے فوج کیسے جمع کرتے تھے اعلان ہو جاتا تھا جہاد کا اور ہر مسلمان سپاہی ہوتا تھا وہیں لشکر بن جاتا تھا گھروں سے لوگ نکل کر آجاتے تھے اگر حضرت عثمانؓ اعلان کر دیتے تو مدینہ اور مدینہ کے نواح سے ہی اتنی سپاہ جمع ہو جاتی جو پھر کسی محاذ پر بھی بھیجی جا سکتی تھی اور بالکل اسی طرح ان افواج کو بطور کمک کے بھیجے جاتے تھے۔

لیکن فرمایا نہیں میں نہیں لڑوں گا ان سے اتمام حجت کے لئے ایک بار فرمایا اپنے محاسن گنے اپنی قربانیں گنیں۔ فرمایا تم لوگ اس عثمانؓ کا پانی بند کیے روکے بیٹھے ہو جس نے چشمہ خرید کر سارے مسلمانوں کو دیا اور جس سے یہ خبر پہنچی تھی کہ حضورؐ نے فرمایا ہے۔ جو مسلمانوں کو چشمہ خرید کر دے دے وہ مجھ سے جنت کے چشمے خرید لے۔ یہ تبادلہ کر لے یہ مدینہ کا چشمہ خرید کر مسلمانوں کو دے دے اور جنت کی نہریں اس کے بدلے میں مجھ سے لے لے یہ سودا کر لے۔

حضرت عثمانؓ مجلس میں موجود نہیں تھے۔ باہر سے

کسی نے آکر یہ بات پہنچائی آپ نے یہود سے وہ چشمہ خریدا مسلمانوں پر وقف کیا پھر آکر تصدیق چاہی کہ یا رسول اللہؐ آپ نے کوئی اعلان فرمایا ہے کہ کوئی میرے ساتھ آکر سودا کر لے۔ آپ نے فرمایا بے شک میں نے یہ فرمایا ہے۔ تو عرض کی یا رسول اللہؐ چشمہ تو میں نے لے کر وقف کر دیا۔ تو آپ نے فرمایا بس تمہارا سودا پکا ہو گیا طے ہو گیا۔ فرمایا تم اس عثمان کو پانی نہیں لینے دیتے کتنی عجیب بات ہے کہ اتنی سلطنت اتنی قوت کا اور اتنی طاقت کا مالک ہو اور اتنی قوت برداشت اور اتنا ایثار آخر انہی لوگوں نے ظلماً شہید کر دیا آپ کو لیکن آپ نے ان کے مقابلے میں ہاتھ نہیں اٹھایا۔ اس لئے کہ جو داغ یہ خلافت راشدہ پر لگانا چاہتے ہیں کہ یہ لوگ معاذ اللہ ظالم تھے جابر تھے اس کو خون عثمان سے دھو دیا جائے اور اگر خلافت راشدہ کا دامن داغدار ہوتا تو اس کا مطلب یہ ہے کہ اسلام کا دامن داغدار ہو جائے گا اور کفر کہے گا یہ مذہب نہیں ہے ایک ظالمانہ تحریک ہے اور لوگوں کو لوٹ کھسوٹ کر اور لوگوں کو انہوں نے ظلم سے اپنی پیچھے لگا لیا ہے۔ بلکہ یہ بات سامنے آجائے کہ ساری شان و شوکت ان کی اللہ کے لئے ہے اور احقاق حق کے لئے سلطنت و ریاست طاقت و قوت فوج و لشکر سب کچھ ہوتے ہوئے بھی محض ظلماً ذبح ہونا پڑ جائے تو یہ ذبح ہونا قبول کر لیتے ہیں اور دامن اسلام کو داغدار نہیں ہونے دیتے۔

وہ واقعی اس بات کے مستحق ہیں کہ شیخین کے بعد کوئی شخص ان کے برابر کھڑا نہیں ہو سکتا۔ انہیں یہ حق پہنچتا ہے شیخین تو ان کے بھی شیخ تھے اور شیخ اور مرید کا درجہ ایک نہیں ہوتا۔ لیکن شیخین کے بعد ساری امت کے شیخ ہیں سیدنا عثمانؓ۔

تو اسلام ایثار کا نام ہے ذاتی مفادات کو قربان کرنا اللہ کے دین کی احیاء کے لئے بقا کے لئے لوگوں کی

اللہ

ایک مرتبہ حضرت امام شافعیؒ گزرے وقت کی جستجو میں نکلے تو صوفیاء کی ایک جماعت نے کہا کہ گزرا ہوا وقت تو واپس نہیں آتا۔ لہٰذا موجودہ وقت ہی کو غنیمت جانو۔ آپ نے فرمایا مجھ کو مراد حاصل ہو گئی۔ کیونکہ تمام دنیا کا علم مجھ کو حاصل نہیں ہوا۔ اور میرا علم صوفیاء کے علم تک نہیں پہنچا اور صوفیاء کا علم انہی کے ایک مرشد کے قول تک نہیں پہنچا کہ موجودہ وقت شمشیر قاطع ہے۔

ھو

اصلاح کے لئے یہ اپنی اپنی حیثیت ہے کوئی صرف زبان سے نیک باتیں کہہ کر دوسری خرافات سے بچ کر اور اپنی اس محض زبانی لذات کو قربان کر کے حقائق کو دوسروں تک پہنچاتا ہے جتنی اس کی توفیق ہے کسی کے پاس دولت ہے اللہ نے اسے حلال کا رزق دیا ہے تو وہ اسے بجائے عیش کرنے کے بجائے اسے ضائع کرنے کے اپنی عیش کو روک کر عیاشی کو روک کر اسے قربان کر کے اللہ کے دین کے احیاء کے لئے کام کرتا ہے۔ کوئی دوسرا دولت نہیں رکھتا بات نہیں کر سکتا لیکن اپنے آرام کو ہی قربان کر کے دین کے لئے سرگرداں رہتا ہے جو اکیلے بن پڑے وہ کرتا ہے۔ تو میاں اسلام نام ہے ایثار کا۔ اگر ہم ایثار کرنا سیکھ لیں۔ اللہ فرماتا ہے شیطان کا جادو باطل ہو جاتا ہے۔ چونکہ شیطان کا سب سے موثر ہتھیار جو ہے۔ ینزغ بینھم۔ مسلمانوں میں باہمی ٹکراؤ اور دو آدمی لڑتے اس وقت ہیں جب دونوں اپنے مفاد پر جم جائیں۔ دو میں سے ایک ایثار پیشہ ہو اور وہ کہے یار میں اپنا مفاد چھوڑتا ہوں لڑو مت یہ ممکن ہی نہیں لڑائی ہو تو اللہ کریم فرماتے ہیں۔ شیطان کا ہتھیار یہ ہے کہ تمہارے چھوٹے چھوٹے اور ذاتی مفادات کو ٹکرا دیتا ہے ایک کے ذہن میں یہ

مفاد پیدا کر دیتا ہے کہ یہاں سے بس پر جانے میں فائدہ ہے دوسرے کے ذہن میں یہ بات ڈال دیتا ہے کہ یہاں پیدل چلنا چاہئے۔ اب وہ سارا زور لگا رہا ہے بس پر چڑھنے کے دلائل دینے کے لئے اور وہ پیدل چلنے کے بیان کر رہا ہے فوائد۔ اس نے ان کو دکھا دیا ہے جو بات وہ ظاہر نہیں کرتے۔ وہ یہ ہے کہ اس کے ذہن میں ہے کہ بس پر چلنے میں مجھے یہ فائدہ ہے اور دوسرے کے ذہن میں شیطان نے یہ ڈال دیا کہ پیدل چلنے میں تجھے یہ فائدہ ہو گا۔ وہ اپنے اپنے مفاد پر جمے ہوئے ہیں یہ نہیں کہ بس پر چلنا بہتر ہے بلکہ ان کو اپنا اپنا مفاد عزیز ہے۔

آپ دیکھیں آپ اللہ اور رسولؐ اور قرآن کی بات کرتے ہیں آپ نیچے آ جائیں بہت نیچے آ جائیں تو فقہی امام ایک ہے۔ جو دیو بندی کہلاتے ہیں وہ بھی امام ابو حنیفہؒ کے مقلد ہیں اور جو بریلوی کہلاتے ہیں وہ بھی امام ابو حنیفہؒ کے مقلد ہیں۔ صرف یہ نہیں کہ خدا ایک ہے رسولؐ ایک ہے کعبہ ایک ہے قرآن ایک ہے سب سے نچلی سطح پر آجائیں۔ جہاں آ کر فقہی مسائل کا فیصلہ ہم لیتے ہیں تو وہ مرکز بھی ہمارا ایک ہے لیکن سارے دیو بندی بھی ایک نہیں ہیں ایک دوسرے کو کافر کہتے ہیں۔

ایک مولانا کہہ رہے تھے سولہ جماعتیں دیو بندیوں کی میں نے شمار کر رکھی ہیں۔ سب ایک دوسرے کو کافر کہتے ہیں اور یہی حال بریلوی حضرات کا ہے اور دیو بندی بریلوی تو خیر انکا تو آپس میں آگ پانی کا حساب ہے۔

یہ سب کیوں ہے جب کتاب ایک ہے اس کی شرح جو ہم حدیث پڑھتے ہیں وہ ایک ہے فقہی امام ایک، فقہ ایک ہے تو لڑائی کس بات کی ہے۔ لڑائی ذاتی مفادات کی ہے جن کو ہم سامنے نہیں لاتے نام دین کا ہوتا ہے نام قرآن و حدیث کا ہوتا ہے نام مذہب کا ہوتا اس کے پیچھے مفادات ذاتی ہوتے ہیں جو شیطان نے مختلف ذہنوں میں مختلف انداز سے بٹھا رکھے ہوتے ہیں۔

اسلام یہ ہے کہ ذاتی مفاد کو قربان کر دو ایثار کر دو اللہ کی راہ میں میرا نقصان ہوتا ہے ہو جائے دین کا نقصان نہ ہو تو جھگڑا ختم ہو جاتا ہے۔ لڑائی رہتی ہی نہیں بات ہی ختم ہو جاتی ہے تو اللہ کریم فرماتے ہیں بندوں کو فرما دو سمجھا دو میرے حبیب۔ کہ یہ بڑی پکی بات ہے۔

ان الشیطن ینزغ بینھم چھوٹے چھوٹے مفادات کو تمہارے ذہنوں میں بٹھا کر شیطان تمہارے سر ٹکرا دے گا آپس میں۔

ان الشیطان لانسان عدو مبین۔ شیطان سے تو امید ہی یہی کی جا سکتی ہے وہ انسان کا کھلا دشمن ہے لیکن تم معاملہ رب العلمین سے رکھو۔ **ربکم اعلم بکم۔** تمہارا پروردگار ہر حال میں تمہیں دیکھ رہا ہے۔

ان یشاء یرحمکم و ان یشاء یعذبکم۔ اب اس کی مرضی اور تمہارے تعلقات جب ایسے حالات پیدا ہوتے ہیں تو کسی کو ایثار اور قربانی کی توفیق دے دیتا ہے اور اس پر اس کی وجہ سے انعامات ہو جاتے ہیں اور کوئی چھوٹے چھوٹے مفادات میں مبتلا ہو کر دین کی' احیائے دین کی' اور دین داروں کی پرواہ نہیں کرتا اور عذاب الٰہی کو گلے میں ڈال لیتا ہے۔

فرمایا اللہ کی نگاہ سے کوئی فریق چھپا ہوا نہیں ہے کسی فریق کے حال سے اللہ بے خبر نہیں ہے۔ اب ہر ایک کی باطنی کیفیات ہیں جن پر اللہ کی طرف سے اجر مرتب ہوتا رہتا جہاں خلوص ہے وہاں رحمت آتی اور جہاں مفادات ذاتی پر اسلام کو بھینٹ چڑھایا جا رہا ہو وہاں اللہ کا غضب آتا ہے۔

اور میرے حبیبؐ تو ان کا ٹھیکیدار نہیں ہے کہ یہ جو غلط بھی کریں وہ بھی تو ساتھ لے جائے اور جو ٹھیک بھی کریں وہ بھی کریں وہ بھی تو۔ **وما ارسلنک علیھم وکیلا۔** تو ان کا ٹھیکیدار نہیں ہے تیری یہ ذمہ

داری نہیں ہے تیری ذمہ داری ہے کہ میری باتیں ان تک پہنچا دے اور جو دل تیرے سامنے کھول کر رکھیں اس دل کو تو تجلیات باری سے بھر دے۔ لیکن جو پہلو بچا کر بھاگنا چاہے اس کے پیچھے بھاگ کر پکڑنا تیری ذمہ داری نہیں۔

تو اسلام جو ہم تک پہنچا اور جسے ہم اسلام کہتے ہیں وہ روٹی کے چند لقموں سے لے کر ایک بہت بڑی سلطنت تک کے ایثار کا نام ہے۔ اللہ کے لئے اللہ کے دین کے احیاء کے لئے اور اللہ کے بندوں کے دامن کو الزام تراشی سے صاف رکھنے کے لئے چھوٹے چھوٹے مفادات نہیں حکومت و سلطنتیں اقتدار و وقار حتیٰ کہ جان تک دینی پڑے تو ایثار کو اپناؤ اور مفادات میں مت گرفتار ہو۔

جو شخص ذاتی مفادات میں الجھ گیا وہ نقصان اٹھانے والا ہو گا اور جس نے ذاتی مفادات کو قربان کرنا سیکھا یہی نقش قدم ہے سنت کا بھی اور صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ اجمعین کا بھی اور اس کی طرف دعوت دی ہے اللہ نے کہ مسلمان دنیا میں دوسروں کے لئے آیا ہے۔ **اخرجت للناس** تم اپنے لئے 'تم صرف زندہ رہنے کے لئے نہیں امت محمدیہ میں داخل کیے گئے ہو۔

کنتم خیر امۃ تم بہترین امت ہو اس لئے کہ **اخرجت للناس** کہ ساری انسانیت کے لئے تم ہی تو ہو جنہوں نے انسانیت کو اللہ سے آشنا کرنا ہے اور حدود الٰہی سے آشنا کرنا ہے اور انسانوں کو انسان بنانا ہے اور لوگوں کو جینا سکھانا ہے اگر ایک استاد یہ سمجھ لے کہ یہ سطریں اور اس کا ترجمہ مجھے آتا ہے وہ بے فکر ہو کسی کو آئے نہ آئے مجھے یاد ہے تو آپ انصاف سے کہیں کیا وہ استاد کہلانے کا مستحق ہے۔ استاد تو تب ہو گا کہ جتنے اس کے سامنے بیٹھے ہیں وہ سارے اس بات کو سمجھ جائیں۔ امتی کہلانے کا تو وہ مستحق ہے جس سے انسانیت کی زلفیں سنور رہی ہوں۔ **اخرجت للناس** انسانیت کے لئے تجھے پیدا کیا گیا ہے اور تمہارا ہاتھ انسانیت کی زلفیں سنوار رہا ہو تم نے صرف اپنی زندگی بسر کر لی تو کونسا تیر مارا وہی بات ہوئی نا ایک استاد کے مجھے ساری کتاب یاد ہے تجھے یاد ہے تو کون سی توپ چلا دی تو نے تیرے طالب علموں کو تیرے شاگردوں کو یاد ہو مزا تو تب ہے امت مسلمہ کو جب اللہ نے انسانیت کے لئے کھڑا کیا ہے تو مزا جب ہے کہ تمام روئے زمین کے انسانوں کو یہ جینا سکھا دے لیکن جس استاد کو خود پڑھنا بھی نہ آئے اگر ہمیں خود ڈھنگ سے جینا ہی نہ آئے تو ہمارا کیا ہو گا ہم کیا کر رہے ہیں۔ اللہ کریم ہمیں صحیح سمجھ توفیق عمل عطا فرمائیں اور شرف قبولیت سے نوازیں۔

(بیان: ۲۹ جولائی ۱۹۸۷ء)

اسماء باری تعالیٰ کا بیان اور ان کو یاد کرنے والے کی فضیلت

حدیث ابوہریرہؓ : حضرت ابوہریرہؓ روایت کرتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ کے ننانوے (۹۹) نام ہیں یعنی ایک کم سو۔ جو شخص ان ناموں کو یاد کرے گا وہ جنت میں جائے گا اور ایک دوسری روایت میں اتنا اضافہ ہے کہ اللہ تعالیٰ وتر (واحد الاحد بے نظیر و بے مثال) ہے اس لیے وہ عملوں میں وتر (طاق) پسند فرماتا ہے۔

اخرجہ البخاری فی: کتاب ۵۴ الشروط : باب ۱۸ ما یجوز من الاشتراط

اخرجہ البخاری فی: کتاب ۸۰ الدعوات : باب ۶۸ للہ مائۃ اسم غیر واحد

قریب ترین ہستی

مولانا محمد اکرم اعوان

قرآن حکیم کی زبان عربی ہے اور یہ بہت بڑا شرف اسی زبان کا ہے کہ وہ کلام جس سے اللہ کریم نے اپنی مخلوق کو نوازا۔ اللہ کا ذاتی کلام اس زبان میں نازل ہوا یہ حضورؐ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی مبارک زبان ہے اور اہل جنت کی جنت میں یہی زبان ہے اس زبان کا شرف ہے اور یہ بہت وسیع المعنی زبان ہے جب ہم اس کا ترجمہ کرتے ہیں کسی زبان میں تو بات کا حق ادا نہیں کر پاتے۔ کیونکہ ہر زبان احوال و کیفیات کو ادا کرنے کے لئے' حالتوں کو بیان کرنے کے لئے اپنے اندر مختلف انداز رکھتی ہے اور جو انداز عربی میں اپنی حالت کو بیان کرنے کے لئے یا دوسرے کی حالت کو زیر بحث لانے کے لئے یا کسی بات کو سمجھانے کے لئے ہے وہ کسی دوسری زبان میں ہے ہی نہیں۔کسی بھی دنیا کی دوسری زبان میں وہ انداز ہے ہی نہیں۔ اس لئے جب اس کا ترجمہ کیا جاتا ہے تو حق ادا نہیں ہوتا۔

اس کے اتنے کثیرالمطالب ہیں الفاظ کہ ایک ہی لفظ پر ذرا زور دے کر پڑھیں تو معنی اور ہو جاتے ہیں اگر زیر کے ساتھ پڑھیں تو معنی بدل جائے گا اور اتنے اتنے فاصلے ہو جاتے ہیں کہ کفر اور اسلام کی حدود آ جاتی ہیں کہ ایک زیر یا ایک زبر یا ایک جزم پیش بڑھانے گھٹانے سے۔

تو قرآن حکیم کا ترجمہ جو حضرات کرتے ہیں ان میں ایک بات تو یہ ہوتی ہے وہ اس بات سے بہت ڈرتے ہیں کہ کہیں کوئی بات اپنی طرف سے نہ کہیں۔ دوسرے یہ ہوتا ہے اس ڈر کی وجہ سے بالکل لفظی ترجمہ ہو بہو کر دیتے ہیں اس کی وجہ سے یہ الجھن پیدا ہو گئی ہے کہ کوئی شخص بغیر استاد کے سمجھائے اپنے آپ قرآن حکیم کے ترجمے دیکھ کر بات سمجھ لے یہ بہت مشکل ہوا ہے ہمیشہ سے مشکل رہا ہے۔

یہی حال اس آیت کریمہ کا ہے **اللہ لطیف بعبادہ** اب کسی زبان میں بھی ہم اس کا ترجمہ کرتے رہیں جو مفہوم یہاں لطیف کا لفظ تفہیم کے ساتھ اور الفاظ کے ربط کے ساتھ دے رہا ہے وہ کوئی زبان نہیں دے سکتی۔ ہمارے ہاں اردو میں لطیف کہا جاتا ہے نہایت باریک ترین شے صاف ستھری شے تو اس کا مفہوم کچھ یوں بنتا ہے اگر ہم سمجھنا چاہیں اور الفاظ کے گورکھ دھندے اور نحو کی پیچیدگیوں سے ہٹ کر اگر ہم سمجھنا چاہیں تو مفہوم یوں بنتا ہے کہ کسی بھی بندے کے قریب تر'اس کے اپنے حواس سے بھی قریب تر کون ہے اللہ۔

ہم خود اپنے بارے جانتے ہیں اس سے زیادہ ہمارے بارے کون جانتا ہے۔اللہ۔ ہم جتنی اپنی ضروریات کی خبر رکھتے ہیں اس سے زیادہ ضروریات سے باخبر کون ہے اللہ۔

اللہ لطیف بعبادہ۔ فرمایا صرف مخلوق کو پیدا کر کے آوارہ نہیں چھوڑ دیا اس نے بندوں کو بنا کر جو ساوی میں پھینک نہیں دیا پھر اسے کسی کی خبر نہ ہو کہ کون کہاں ٹپکا کہاں گرا اور کون کس حال میں ہے بلکہ مخلوق اور بندوں کے حال سے سب سے زیادہ قریب تر، ان کی ذات سے قریب تر ان کی ضروریات سے قریب تر، ان کی حاجات سے قریب تر ان کے واقعات سے سب سے زیادہ قریب تر کون ہے؟ اللہ۔ اب عربی میں تو اس کا حق ادا کر دیا لطیف بعبادہ کہہ کر اور کوئی ترجمہ بھی اس کیفیت کو ادا نہیں کر پاتا انسان خود معلومات کا بڑا ذخیرہ رکھتا ہے اندازے لگاتا ہے گذشتہ آئندہ کل۔ تدبیریں باندھتا ہے منصوبے بناتا ہے اپنی ضروریات کا تجزیہ کرتا ہے اس کی تکمیل کے اسباب و ذرائع ڈھونڈتا ہے۔ جو شخص اپنی ذات کے لئے ساری کائنات کے علوم جمع کر لے اس کے علوم بھی کھرے اور صحیح ہوں اسے دھوکا بھی نہ لگے وہ ان سب کو (CALCULATE) کرکے ان سب کو جمع کرکے اپنے لئے کوئی زیادہ یقینی بات اس میں تلاش کرنا چاہے تو فرمایا اس حد تک نہیں پہنچ سکتا جس حد تک اللہ کریم ہے۔ اپنی ذاتی ضرورت کے لئے کوئی بھی شخص ساری کائنات کے علوم کا سہارا لے کر اس طرح واقف نہیں ہو سکتا جس طرح اللہ اس کی ضروریات سے واقف ہے۔ اللہ لطیف بعبادہ قریب تر بندے کی اپنی ذات سے بھی قریب تر ہے۔

تو پھر یہ لوگ پریشان کیوں ہیں ہر شخص کے ساتھ اللہ جب ذاتی طور پر ہے اس کا علم ہے اس کی قدرت ہے اس کی طاقت ہے تو لوگ مطمئن نظر تو نہیں آتے آپ دیکھیں کسی بھی شخص کو کسی بھی انسان کو کسی انسان ہی کی تھوڑی سی امداد پر بھروسہ ہو اس کا ساتھ ہو یا اس کے ساتھ تعلق ہو کسی حاکم وقت کے ساتھ کسی صاحب اقتدار کے ساتھ کسی صاحب ثروت کے ساتھ تو لوگ اس پہ اکڑتے رہتے ہیں پرواہ نہیں کرتے اور بڑے کروفر کے ساتھ رہتے ہیں کہ میرے فلاں کے ساتھ تعلقات ہیں۔ تو جب ہر بندہ اس مقام پر ہے جہاں اللہ کریم اس کے قریب تر ہے پھر اسے خدا کے سوا کسی کی پرواہ کیوں ہے وہ پریشان کیوں ہے گھبرایا ہوا کیوں ہے۔ شاید اس لئے کہ اللہ ہمارا محتاج ہے؟

مخلوق کے ساتھ جب ہمارے تعلقات ہوتے ہیں تو وہ دو طرفہ ہوتے ہیں اگرچہ کوئی بڑا حاکم بھی ہو کوئی غریب آدمی بھی اس کے ساتھ تعلق رکھے تو غریب آدمی کی بھی یہ بات ہوتی ہے کہ اسے میری بات ماننا ہو گی۔ چونکہ کسی وقت وہ غریب آدمی عام آدمی اس بڑے حاکم کے کام بھی آ سکتا ہے غریب کسی امیر کے بھی کام آ سکتا ہے بڑے سے بڑے شہنشاہ کو کسی بھی لمحے ایک عام آدمی کی ضرورت پڑ سکتی ہے لیکن وہ ان تمام باتوں سے مستغنی ہے ہمیشہ بندہ ہی محتاج ہے اور اسے کبھی کسی حال میں کسی بندے کی کوئی احتیاج نہیں۔

انسانی مزاج ایسا ہے کہ یہ اعتبار وہاں کرتا ہے جہاں اسے سمجھ آ جائے کہ اگلا بھی میرا غرض مند ہے اسے میری بات ماننا ہو گی وہاں یہ بات نہیں چلتی فرمایا سب سے قریب تر اللہ ہے **یرزق من یشاء** وہ چیزیں تقسیم اپنی مرضی سے کرتا ہے کسی سے دبتا نہیں ہے کسی کا رعب نہیں لیتا یہ ممکن ہی نہیں کہ کوئی کہہ دے کہ خدایا یوں کر ورنہ میں تیری بات نہیں سنوں گا میں تیرے ساتھ روٹھ جاؤں گا۔ میں تیرا کام نہیں کروں گا میں تیرے کام میں رکاوٹ بن جاؤں گا۔ کچھ بھی نہیں ہو سکتا بندے کی مرضی نہیں چلتی مرضی چلتی ہے اس کی

اپنی۔

و ھو القوی العزیز اور وہ بہت مضبوط اور غالب ہے اس کی مرضی کے سامنے کسی کا بس نہیں چلتا اور وہاں گزارا اس کا ہوتا ہے جو اپنی بے بسی کو مان لے۔ جب تک انسان اپنی اس بے بسی کو پہچان نہیں لیتا تب تک وہ بھاگتا ہی رہتا ہے ساری زندگی بھاگتا ہے ساری زندگی دوڑتا ہے اور بے دم ہو کر پھر ایسا کرتا ہے کہ پھر قبر کی تاریکی ہی اسے اپنی گود میں لے لیتی ہے۔

اور یہ بڑی عجیب بات ہے کہ انسان ہمہ وقت محتاج ہے ایک چھوٹی سی بیماری آ جائے تو بستر سے اٹھ نہیں سکتا بڑے سے بڑا صحت مند انسان چوبیس گھنٹے بیدار نہیں رہ سکتا۔ یعنی ایسی احتیاجات ہیں اس میں کہ خود اپنی حالت پہ قائم نہیں رہ سکتا۔ دو دن تین دن بغیر غذا کے نہیں کاٹ سکتا۔ دن بھر تڑپتے ہوئے کاٹے گا کھانے کا محتاج' پینے کا محتاج اور نیند تو اس کی بے بسی کا مذاق اڑاتی ہے کہ بڑے سے بڑا انسان ایسے ڈھیر پڑا ہوتا ہے جیسے مر چکا' تباہ ہو چکا' کوئی ہوش نہیں ہوتی اسے' نہ اسے مال کی خبر ہوتی ہے' نہ جان کی خبر ہوتی ہے نہ اپنے گھر بار کا پتہ ہوتا ہے۔ نیند ایسا دبوچتی ہے اس کو کہ بڑے سے بڑا شہنشاہ محل میں پڑا ہو یا گدا ساتھ کے ڈھیر پر پڑا ہو سوتے میں دونوں میں کوئی فرق نہیں ہوتا نہ وہ محل کی آسائشوں سے آشنا ہوتا ہے اور نہ یہ اس گرد اڑتی ہوئی فضا میں کوئی تکلیف محسوس کر رہا ہے جاگیں گے تو خبر ہو گی۔

اس ساری بے بسی اور بے کسی کا مجموعہ انسان پھر اپنا حکم چلانا چاہتا ہے اور ایسے مقام پر چلانا چاہتا ہے جہاں اس کی رسائی ہی نہیں۔ آپ دیکھیں نا اگر رزق کی تقسیم میں ہی انسان کا دخل ہوتا تو پہلے لوگوں کو تو آپ جانے دیجئے جیسے بھی تھے ہم سے بھلے تھے اپنے زمانے کی بات کریں ہمارے زمانے میں آپ کو کوئی ایسا آدمی نظر آتا ہے جو یہ بھی سوچتا ہے کہ رزق آنے والی نسلوں کو بھی کھانا ہے؟ اگر ہمارے بس میں ہو تو کیا ہم کوئی چیز دنیا پہ چھوڑ کر مریں گے! ہر شخص سمیٹ کر مکان بھر لے' اپنے زمین دوز کمرے بنا کر دولت سے بھر لے اگر انسانوں کے بس میں ہو تو باپ بیٹوں کے لئے بھی ایک لقمہ چھوڑنے کو تیار نہیں۔ بھائی بھائی کو پانی کی بوند نہ دے۔

لیکن یہ اس کے اپنے قبضہ قدرت میں ہے اس طرح سے تقسیم کرتا ہے کہ ہر ایک کا حصہ ہر جگہ اس تک پہنچتا رہتا ہے اور اس میں وہ اپنی پسند سے اپنی مرضی سے اپنے اختیار سے فیصلے کرتا ہے انسان جب ان فیصلوں میں مداخلت نہیں کر پاتا تو وہ سمجھتا ہے کہ میری تو خدا سنتا ہی نہیں مجھے تو کوئی پوچھتا ہی نہیں۔ پھر وہ اللہ کریم کا دروازہ چھوڑتا ہے۔

ایسا سادہ ہے انسان۔ خدا کا دروازہ چھوڑ کر مخلوق سے وہ امیدیں وابستہ کر لیتا ہے جو خود انہوں نے خدا سے وابستہ کر رکھی ہوتی ہیں اور اس میں بھٹکتے ہوئے عمر بسر کر دیتا ہے۔

اللہ کریم فرماتے ہیں اگر انسان میری طرف پلٹے تو

> حجابات رفع ہو جانے کے بعد قلب سالک پر سارے خزانے کشادہ کر دیئے جاتے ہیں اول یہ کہ کبھی دنیا کی سلطنت قبول نہ کرے۔ دوم اگر کوئی شے سلب کر لی جائے تو غمزدہ نہ ہو کیونکہ کسی شے کے حصول پہ اظہار مسرت کرنا حریص ہونے کی علامت ہے۔ اور غم کرنا غصہ کی علامت ہے سوم یہ کہ کسی طرح کی تعریف و توصیف پہ خوش نہ ہو کیونکہ یہ کمتری کی علامت ہے اور احساس کمتری والا ہمیشہ ندامت کا شکار ہوتا ہے۔
>
> (حضرت ابراہیم ادھمؒ)

سب سے قریب تر وہ مجھ ہی کو پائے گا اور فرمایا میرا ایک قانون ہے ایک ضابطہ ہے ایک اصول ہے۔

من کان یرید حرث الاخرۃ نزدلہ فی حرثہ جو لوگ آخرت کے لئے جیتے ہیں (میں ترجمہ ذرہ آزاد ہی کر رہا ہوں بات کو سمجھانے کے لئے لفظی نہیں کر رہا) کہ جو لوگ آخرت کے لئے جیتے ہیں ان کی مزدوری تو ان کے کام سے زیادہ دیتا ہوں یہ قانون ہے کہ جو شخص بھی اس دنیا میں آخرت کا کام کرے گا اس کی مزدوری بہت زیادہ دوں گا اتنا اس نے کام نہیں کیا ہو گا اس سے کئی گناہ زیادہ اس کی مزدوری بڑھا دی جائے گی۔

و من کان یرید حرث الدنیا اور جو اس دنیا کے لذائذ جمع کرنا چاہے **نوتہ منھا** کوئی نہ کوئی کچھ کچھ حصہ اسے بھی دے ہی دیا جاتا ہے یعنی وہ ساری آرزوئیں پوری نہیں کر پاتے اس کا بھی کوئی نہ کوئی سوال کوئی نہ کوئی خواہش کسی حد تک فرمایا اسے بھی کچھ نہ کچھ دے ہی دیا جاتا ہے۔

اب آپ اندازہ کر لیں کہ یہ دنیا کے لئے جینا اور آخرت کے لئے جینا اس میں فرق کیا ہے یہ سب ایک

جیسے ہیں ساری دنیا ایک فضا میں سانس لیتی ہے اور عمومی طور پر سارے انسان ایک جیسے ہوتے ہیں کمانا بال بچوں کو پالنا گھر بنانا اور مر جانا یہ سب کا ایک ہی قاعدہ ہے تو میرے بھائی اصل بات یہ ہے کہ انسان کو اب رب جلیل نے بہت وسیع ظرف اور بہت اعلیٰ شعور عطا فرمایا ہے دوسرے جانوروں یا ذوی الارواح کی طرح یہ صرف کھانے پینے پہ نہیں رہتا بلکہ کھاتا پیتا بھی ہے اور جو چیز کھاتا ہے پیتا ہے جہاں رہتا ہے مٹی سے لے کر درختوں تک اور گندم کے ایک دانے سے لیکر تمام پھلوں تک ہر شے کا تجزیہ کرتا ہے اس کے اوصاف، خصوصیات، اس کے فوائد، نقصانات ان سب کو جاننا چاہتا ہے انسان کی نگاہ میں بہت وسعت ہے اور اس کی نگاہ بہت دور تک جاتی ہے

فرمایا ہمیں مخالفت کا کوئی ڈر نہیں کیونکہ ہم نے کسی سے ووٹ نہیں مانگنے۔ اُن لوگوں نے مسجد کو گدی سمجھ رکھا ہے ہم منبر و محراب کو معاش کا ذریعہ نہیں بنایا ہوا۔ علامہ شعرانی لکھتے ہیں کہ وہ تو میراثی سے بھی بدتر ہیں جو دین کو بیچ کر روٹی کھاتے ہیں۔ میراثی تو ڈھول اور شہنائی بجا کر کھاتے ہیں۔

حضرت مولانا اللہ یار خان

آپ دوسرے جانوروں کو دیکھیں تو ہری گھاس دیکھ کر چر لیں گے انسان جو سبزی استعمال کرتا ہے یہ اس کی تمام خصوصیات کا تجزیہ کرتا ہے جس شخص کے ساتھ اس کا تعلق ہوتا ہے اس کے سارے حالات جاننا چاہتا ہے دوستی اور دشمنی جس سے کرتا ہے اس کی تمام ضروریات، حالات، حاجات، واقعات تک اس کی نگاہ ہوتی ہے۔ لیکن اپنی اس ساری وسعت کے باوجود دیکھیں، انسان کی نگاہ نے سورج کی شعاعوں کا تجزیہ کیا بجلی کو قید کر لیا اور طیارے بنا کر فضاؤں پہ سوار ہے اس کے باوجود اس کی نگاہ ادھوری ہے۔

اس کی نگاہ مکمل ہوتی ہے جب اسے نور نبوت نصیب ہو اور اس کے سینے میں رسول اللہؐ کے ساتھ ایمان کی قندیل روشن ہو جو علوم نبی کی وساطت سے انسان کو نصیب ہوتے ہیں ان علوم کے نصیب ہونے کے بعد انسانی علوم اپنی تکمیل کو پہنچتے ہیں اور انسان اپنی انسانیت کو پہنچتا ہے وہ نگاہ جو نبیؐ عطا فرماتے ہیں اس سے کام دنیا میں ہو رہا ہو تعمیر آخرت کی ہو رہی ہو تو انسان کی نگاہ دونوں جگہوں پر ہوتی ہے اور اگر نور نبوت نصیب نہ ہو نبی رحمتؐ کے ساتھ تعلق نصیب نہ ہو تو آخرت نظر نہیں آتی پھر صرف کام بھی اور اس کا انجام بھی دونوں دنیا ہی میں نظر آتے ہیں اور انسان ادھورا رہ جاتا ہے۔ اب آخرت کے لئے جئے گا تو وہ، جسے آخرت نظر

جن کے قریب تر رب جلیل ہو وہ مخلوق کے محتاج نہیں رہتے۔

آرہی ہے۔

میرا یہ کہنا کہ آخرت نظر آ رہی ہو یہ بھی آپ کو الجھا دے گا۔ نظر آنے کے مختلف ذرائع ہوتے ہیں میری اپنی نگاہ ذرہ کمزور ہے تو میں یہ عینک لگا لیتا ہوں مجھے چیز صاف نظر آتی ہے اگر میں عینک اتار دوں تو میں نہیں پڑھ سکتا۔ اس طرح دور بین لگائی جائے تو دور تک صاف نظر آتا ہے زیادہ طاقت کی ہو تو زیادہ دور تک زیادہ صاف نظر آتا ہے۔

اسی طرح جب حضورؐ کے ارشادات پر یقین ہو جائے جسے اصطلاح شریعت میں ایمان کہتے ہیں تو ساری آخرت اپنے دیکھنے سے زیادہ یقینی ہو جاتی ہے چوں کہ نبی رحمتؐ نے ہر ہر کام اس کی صورت اور اس کے نتیجہ میں مرتب ہونے والے انجام سے آگاہ فرمایا ہے کام وہی دنیا کے ہیں ان کے کرنے کا صرف ایک اسلوب ایک ڈھنگ ہے کمانا سب کے اپنے لئے کمانے کے کچھ قواعد و ضوابط ہیں۔ کمانے کے بعد ہر ایک خرچ کرتا ہے لیکن خرچ کرنے کے کچھ ضوابط ہیں اگر تو وہ کمانا خرچ کرنا نبی رحمت صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشادات کے مطابق ہو گا تو وہ دنیا میں بھی انسان کی ضروریات کا کفیل ہو گا اور اس پر آخرت کی تعمیر بھی ہو گی اور اگر ہم نے وہ آئینہ اتار دیا جو نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ایمان لانے سے نصیب ہوتا ہے اگر وہ اتار دیا تو پھر اپنی نگاہ رہ جائے گی اپنی رائے رہ جائے گی جو ناقص ہے کمزور ہے آخرت تک پہنچتی ہی نہیں پھر آدمی صرف دنیا کے لئے جئے گا اور اللہ کریم فرماتے ہیں۔

جو دنیا کے لئے جیتا ہے میں اسے سارا نہیں دیتا

اور یہی ہمارا تجربہ اور مشاہدہ بھی ہے آپ نے کبھی کسی دنیا دار کو مطمئن اور خوش دیکھا ہے کوئی ایک آدمی دنیادار ایسا تلاش کریں جو کہے میری تمام خواہشیں پوری ہو گئیں نہیں ہوتیں اور کوئی ایک دین دار ایسا پیش کریں جو کہہ دے کہ مجھے خدا سے شکایت ہے کوئی نہیں ملے گا۔ یعنی یہ دونوں طرح کے لوگ اسی فرش خاک پر موجود ہیں۔ کروڑوں نعمتیں ایک شخص کے پاس ہیں اور اس سے آپ پوچھیں۔

اور بظاہر ہمیں غریب، تہی دامن لوگ نظر آئیں گے فاقہ کش لیکن ان کا ایسا تعلق ہے رب جلیل کے ساتھ۔

ابن ابی دنیا کی کتاب زہد ہے اس نے ایک اہل اللہ کے احوال جمع کر دیئے ہیں ایک واقعہ تحریر فرماتے ہیں کہ کوئی شخص ایک شہر کے باہر سے گزرا تو اس نے ایک آدمی کو دیکھا جو شہر سے باہر بیٹھا تھا ٹوٹی پھوٹی سی جھونپڑی تھی پھٹے ہوئے کپڑے تھے چیتھڑوں میں لپٹا ہوا اور کوئی برتن کھانے کا سامان نظر نہیں آتا تھا اس کے پاس مال و دولت تو دور کی شے ہے اور اس کے بدن میں جذام کے زخم تھے کوڑھ کے زخم رس رہے تھے جگہ جگہ سے اور وہ فرماتے ہیں میں نے رک کر دیکھا تو وہ شخص اپنی لے میں بیٹھا تسبیحات پڑھ رہا تھا الحمدللہ، الحمدللہ، الحمدللہ، استغفراللہ، استغفراللہ، استغفراللہ۔ یہ دو وظیفے تھے اس کے۔ تو وہ فرماتے ہیں میں بڑا حیران ہوا میں نے پوچھا یار خدا کے بندے ایک بات سمجھا دے کہ جب لوگوں کے پاس حکومتیں ہیں اور وہ مطمئن نہیں ہیں تیرے پاس جوانی رخصت ہو چکی مال تیرے پاس نہیں ہے

گھر تیرا نہیں ہے بیوی بچے تیرے نہیں ہیں کھانے کو تیرے پاس کچھ نہیں پہننے کو تیرے پاس کچھ نہیں رہنے کو مکان نہیں ہے ایک بدن ہے اور وہ بھی کٹا پھٹا کوڑھ کے زخم ہیں تجھے تو کوئی شہر میں داخل نہیں ہونے دیتا پھر تو کس بات پہ شکر ادا کر رہا ہے اور پھر کہتا ہے الحمدللہ الحمدللہ الحمدللہ

تو وہ فرماتے ہیں اس نے مجھے بٹھا لیا کہا ذرا تحمل سے میری بات سن یہ دیکھ کتنی آبادی ہے اور کوئی شخص تجھے ایسا نظر آیا جو اللہ اللہ کر رہا ہو اور جس کا دل روشن ہو تو اگر اس اتنی کثیر آبادی میں مجھ اکیلے پہ اس نے اپنی تجلیات مرتکز کر دی ہیں تو میں اس دولت کو اور اس کے ان ٹکڑوں کو اور اس بدن کو میں کیا کروں۔ یعنی دیکھیں کتنی آبادی ہے اس میں کتنے خوبصورت جوان ہیں کتنے خوبصورت لوگ ہیں کتنے نازک بدن بستے ہیں اس شہر میں لیکن خدا سے بیگانہ ہیں کبھی انہیں آدھی رات کو تڑپ کر ان کی نیند نہیں کھلی انہیں کسی نے نہیں جگایا کوئی نہیں پوچھتا انہیں کبھی انہیں اپنے لئے اس نے بے قرار نہیں کیا کبھی ان کے دل سے کوئی ہوک نہیں اٹھی کبھی کام کرتے ہوئے ان کے ہاتھ کو اس نے نہیں پکڑا کہ یہ مت کرو کبھی بات کرتے ہوئے ان کی زبان نہیں لرزی کہ کہیں اللہ کو یہ بات ناپسند نہ ہو جائے میرے تو وہ دل میں بستا ہے میں شکر نہیں کروں گا تو کون کرے گا۔

یہی قانون یہاں ارشاد ہو رہا ہے **من کان یرید حرث الاخرہ نزدلہ فی حرثہ** جو آخرت کے لئے جیتا ہے اللہ فرماتا ہے اس کی طلب سے میں اسے زیادہ دیتا ہوں اس کی امیدوں سے اسے زیادہ عطا کرتا ہوں اتنا وہ مانگ نہیں سکتا جتنا میں دے دیتا ہوں۔

و من کان یرید حرث الدنیا نوتہ منھا۔

اور جس کی ساری محنت صرف دنیا کے لئے ہوتی ہے۔ اسے کبھی پوری محنت بھی نہیں ملتی۔ ہاں کچھ نہ کچھ فرمایا نوتہ منھا۔ اس میں سے کچھ نہ کچھ اسے بھی دے دیا جاتا ہے۔ لیکن **ومالہ فی الاخرۃ من نصیب** دنیا کے لئے جینے والوں کا آخرت میں کوئی حصہ نہیں اور یہ سب سے بڑا نقصان ہو گا دنیا طلبی کا کہ اس کی طلب آخرت سے محروم کر دے گی تو میرے بھائی ہمارے ہاں یہ رواج ہو گیا ہے لمبی تقریریں لمبے جلسے شعر خوانیاں شاعری جلوس لاوڈ سپیکروں پر ڈھول تماشوں پر یہ سب دنیا ہے اس میں خلوص نہیں ہے اگر خلوص ہے تو عمل کرو اور نبی رحمت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ارشادات پر یقین پیدا کرو مزا تو تب ہے کہ مسلمان دیکھے تو اسے حضورؐ کی نگاہ سے دیکھے تب بات بنے گی جا کر اور تب یہ احساس بھی ہو گا کہ واقعی اللہ میرے قریب تر ہے اور مجھے اس کے سوا کسی کی ضرورت باقی نہیں چونکہ جن کے قریب تر رب جلیل ہو وہ مخلوق کے محتاج نہیں رہتے۔ اللہ کریم ان کے مزاج میں استغنیٰ دے دیتا ہے انہیں جرات رندانہ عطا کر دیتا ہے

سیدنا عبدالقادر جیلانیؒ سے بادشاہ نے پیشکش کی تھی نیم روز ایک بہت بڑی ریاست تھی کہ آپ یہ بطور جاگیر اور بطور انعام قبول فرمالیں انہوں نے فرمایا میرے

> اپنا وجود جو ہے یہ دیوار بنا ہوا ہے یہی پردہ ہے، یہی حجاب ہے اسے ذرا سرکاؤ تو سامنے اللہ ہے۔ اللہ کے بغیر تو کچھ رہ نہیں جاتا۔

رب نے جو مجھے نیم شب کی جاگیر دی ہے میں اسے
چھوڑ کر تمہاری نیم روز کی جائیداد قبول نہیں کرنا چاہتا
ہمارا حال یہ ہے کہ ہم صرف اور صرف خدا کو بھولنے کے جرم میں مخلوق کے دروازے پہ دھکے کھاتے ہیں سیالکوٹ میں تھے تو ایک دوست ہوا کرتے تھے ڈاکٹر ادریس خدا انہیں غریق رحمت فرمائے بہت نیک آدمی تھے صبح میں چائے پی رہا تھا تو بلا اطلاع سیدھے کمرے میں چلے آئے' السلام علیکم ساری رات پریشان رہا ہوں آپ مجھے یہ سمجھائیں اللہ کہاں ہے؟ میں نے کہا عجیب آدمی ہے آتے ہی اس نے عجیب بات کہی میں نے کہا میں سمجھا نہیں آپ کی بات تو آپ جو کہتے ہیں اللہ کریم فرماتا ہے سارا دین اطلاع دیتا ہے کتاب اللہ میں آتا ہے کہ اللہ ہر جگہ موجود ہے اللہ کہاں ہے پھر میں نے کہا ڈاکٹر صاحب اپنے آپ کو درمیاں سے ہٹا دیں میں نے یہ کیا میں یہ کر دونگا اس "میں" کو درمیان سے نکالیں تو کیا رہ جائے گا۔ کہنے لگے آگئی بات سمجھ میں سمجھ لیا میں نے' پتہ چل گیا۔

انسان کچھ نہ ہونے کے باوجود تمام کمالات کو اپنی طرف منسوب کیے جاتا ہے میں نے یہ کیا میں نے وہ کر دیا میرا علم اتنا ہے میری دولت اتنی ہے میرا عہدہ اتنا ہے اس "میں" کو درمیان سے ہٹاؤ تو باقی کیا رہ جاتا ہے اللہ کا مال اتنا ہے اللہ کا دیا ہوا علم ہے اللہ کی دی ہوئی برکت ہے اللہ کا دیا ہوا عہدہ ہے پھر کوئی فاصلہ ہے صرف اپنے آپ کو اپنا وجود جو ہے یہ دیوار بنا ہوا ہے یہی پردہ ہے یہی حجاب ہے ذرہ سرکاؤ تو سامنے اللہ ہے اللہ کے بغیر تو کچھ رہ نہیں جاتا۔

تو یہ جتنے ہم ڈھول باجے اور تاشے اور تماشے کرتے ہیں لڑائیاں ہوتی ہیں ایک دوسرے سے ابھی محرم گزرا ہے ایک دوسرے پر گولیاں برستی تھیں اب ربیع الاول آجائے گا پھر لڑائیاں شروع ہو جائیں گی عجیب قوم

> "ہر چیز کے صاف کرنے کے لیے کوئی نہ کوئی چیز ہوتی ہے جس سے اُس کی گندگی اور زنگ کو دور کیا جاتا ہے۔ اور دلوں کی صفائی کے لیے اللہ کا ذکر ہے۔ ذکر سے دلوں کی صفائی کا جو کام لیا جاتا ہے اُس سے "حضور" حاصل ہوتا ہے اور اس کا نام "سلوک" ہے۔"
>
> حضرت مولانا محمد اکرم مدظلہ

ہے یہ اور عجب مزاج ہے اس کا عجیب لوگ ہیں ربیع الاول آجائے گا گدھوں پر لوگ سپیکر باندھے ہوئے ٹریکٹروں پر باندھے ہوئے لوگ ساری رات شہروں میں شور کریں گے غول غپاڑہ ہوگا پٹاخے چلائیں گے اور جب عمل کا وقت آئے گا کوئی نہیں ملے گا آپ کو مساجد خالی ہونگی سجدے نہیں کریں گے حلال حرام کی تمیز نہیں ہوگی خود ان جلوسوں کی پروا نہیں کریں گے جائز کر رہے ہیں نا جائز کر رہے ہیں پتہ نہیں ان کا مزاج' قوم کا کیسا ہو گیا ہے اور یہ کیا کرنا چاہتی ہے میاں یہ سب ہیرا پھیریاں رب کریم کے ساتھ نہیں چلتیں سیدھے سیدھے مسلمان ہو جاؤ اللہ کریم کو اپنی شاہ رگ سے قریب پاؤ اور تجربہ کر کے دیکھو حضورؐ نے بڑا عجیب حکم ارشاد فرمایا فرمایا تیری جوتی کا تسمہ ٹوٹ جائے تو خدا سے مانگ لیا کر کوئی چھوٹی سے چھوٹی بات آجائے یار تجربہ تو کرو کبھی بیٹھ کر اللہ سے کہہ تو لیا کرو کہ خدایا مجھے یہ ضرورت ہے لوگوں کو یہ منوانا کہ میں یہ کر رہا ہوں میں بڑی عظیم ہستی ہوں یہ چھوڑ دو یہ سارے جلوس یہ ساری نعرہ بازیاں اسی کے شاخسانے ہیں اسی سے بچو. کہ اللہ ہمارے سب سے قریب تر ہے ہمیں خوب جانتا ہے اور رسولؐ سے تعلق کو مضبوط کرو کہ ہمارا دل ہماری زبان ہماری آنکھ ہمارا ذہن سب کچھ حضورؐ کی برکت سے ہے اگر آپ کی برکات درمیان سے ہٹا دی جائیں تو باقی کچھ نہیں بچتا اور رواجی اسلام کو چھوڑ کر حقیقی مسلمان بن جاؤ اللہ کریم حاضر و غائب سب کو توفیق دے۔

MONTHLY

AL-MURSHED

CPL # 3

اسرار التنزیل

حضرت مولانا محمد اکرم اعوان کی دلکش
تحریریں قرآن کریم کی ایک منفرد انداز تفسیر۔ کہ قرآن
کریم کو سمجھنا نہ صرف آسان بلکہ دلچسپ بنا دیا ہے
پڑھ کر خود ہی افادیت کا اندازہ لگایئے۔ اب تک
نو (۹) جلدیں چھپ چکی ہیں۔ آرٹ پیپر پر مجلد
اور آفسٹ پیپر پر عام مجلد دستیاب ہیں

اویسیہ کتب خانہ

اویسیہ سوسائٹی کالج روڈ
ٹاؤن شپ لاہور